حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

مجلّہ

الجماعۃ

مارچ - اپریل ۲۰۲۳ء

فلسفۂ صیام

روزہ سے مقصود یہ ہے کہ نفس انسانی خواہشات اور عادتوں کے شکنجہ سے آزاد ہو سکے، اس کی شہوانی قوتوں میں اعتدال اور توازن پیدا ہو اور اس کے ذریعہ سے وہ سعادت ابدی کے گوہر مقصود تک رسائی حاصل کر سکے اور حیات ابدی کے حصول کے لئے اپنے نفس کا تزکیہ کر سکے، بھوک اور پیاس سے اس کی ہوس کی تیزی اور شہوت کی حدت میں تخفیف پیدا ہو اور یہ بات یاد آئے کہ کتنے مسکین ہیں جو نان شبینہ کے محتاج ہیں، وہ شیطان کے راستوں کو اس پر تنگ کر دے، اور اعضاء و جوارح کو ان چیزوں کی طرف مائل ہونے سے روک دے جن میں اس کی دنیا و آخرت دونوں کا نقصان ہے، اس لحاظ سے یہ اہل تقویٰ کی لگام، مجاہدین کی ڈھال اور ابرار و مقربین کی ریاضت ہے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ

(زاد المعاد: ۱۵۲/۱)

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ید اللہ علی الجماعۃ

حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

مجلّہ

الجماعۃ

خصوصی شمارہ

شعبان۔رمضان ۱۴۴۴ھ ● مارچ-اپریل ۲۰۲۳ء

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو۔ایل. بی. ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070

9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai

subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com

نگـــــــارشـــات

حلقۂ قرآن

نقصان اٹھانے والے لوگ

شیخ محمد ایوب اثری (داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾ [الکہف: ۱۰۳-۱۰۵] ’’کہہ دیجئے کہ اگر (تم کہو تو) تمہیں بتادوں کہ باعتبار اعمال سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ وہ ہیں کہ جن کی دنیوی زندگی کی تمام تر کوششیں بیکار ہوگئیں اور وہ اس گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں اور اس کی ملاقات سے کفر کیا اس لئے ان کے اعمال غارت ہوگئے پس قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن قائم نہ کریں گے‘‘۔

اس کارگاہِ عالم میں اللہ کی بہت سی مخلوق آباد ہے اور وہ سب اپنے اپنے طور پر زندگی گذر بسر کر رہی ہیں، اللہ کی مخلوق میں سب سے معزز اور باعث شرف انسان ہیں جن کی پیدائش کا صرف واحد مقصد اللہ کی عبادت اور مرنے کے بعد رب کی بارگاہ میں احسن عمل لے کر حاضر ہونا ہے مگر کتنے لوگ ایسے ہیں جو اپنے مقصد تخلیق سے غافل ہو کر صرف دنیاوی زندگی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں اور ان کی پوری تگ و دو، محنت و کوشش صرف دنیاوی لہو ولعب اور خواہشات ولذات کے حصول کی فکر میں لگی ہوئی ہے اس کے باوجود آخرت میں کامیابی ونجات کی رب سے امید رکھے ہوئے ہیں حالانکہ آخرت میں سرتاسر نقصان اور خسارے میں ہوں گے اور ان کی پوری محنت وکوشش ضائع و برباد ہوجائے گی ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ نے اس آیت کریمہ میں ذکر کیا ہے۔

اس کے برعکس جو لوگ اپنے مقصد تخلیق کو سمجھتے ہوئے آخرت کی فکر کرتے ہیں اور اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے عمل صالح کرتے ہیں اور اللہ کے عذاب وعقاب سے بچنے کی فکر کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے اللہ کے پاس بڑی نعمتیں ورحمتیں ہیں وہ آخرت میں کامیاب وکامراں ہوں گے اور ذلت ورسوائی اور خسران سے مامون ومحفوظ ہوں گے۔

قارئین کرام! جس وقت الجماعۃ کا یہ شمارہ آپ کے ہاتھوں میں پہونچ رہا ہوگا وہ شعبان کا مہینہ ہوگا جس میں لوگوں نے بے شمار دین وشریعت کے نام پر ایسے اعمال ایجاد کئے ہوئے ہیں جس کے تعلق سے شریعت نے سند اجازت نہیں دی ہے (مثلاً صرف پندرہویں شعبان کا روزہ و رات کا قیام، صلوۃ الفیہ یا صلوۃ الخیر پڑھنا، یا روحوں کا دوبارہ دنیا میں آنا جسے مُردوں کی عید کے نام سے جانا جاتا ہے، اور پوری رات قبرستانوں کی سیر کرنا، چراغاں وآتش بازی کرنا وغیرہ یہ سب کام دین اور ثواب کے نام پر کیا جاتا ہے) آپ غور کریں کہ روحوں کی آمد کا عقیدہ کہ اس رات (یعنی پندرہویں شعبان کی رات) مُردوں کی روحیں اپنے اپنے گھروں میں آتی ہیں جبکہ اللہ رب العزت نے اس عقیدہ ونظریہ کی تردید اپنے کلام میں یوں کی ہے کہ: ﴿وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾ [المؤمنون: ۱۰۰] ’’اور ان (مرنے والوں) کے درمیان دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک ایک آڑ حائل ہوگی‘‘۔ (یعنی دوبارہ دنیا میں واپس نہیں آسکتے) اسی

طریقے سے کچھ لوگ قبروں کی زیارت کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں بلکہ بعض زیارت کے نام پر قبرستان میں بہت ساری خرافات کرتے ہیں۔ ان تمام باتوں کا کسی بھی صحیح حدیث میں کوئی ثبوت نہیں۔ بلکہ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا ہے کہ میں نے تم کو قبرستان کی زیارت سے منع کیا تھا: ''**فزوروها فانها تذكر الآخرة**''۔(ترمذی) ''پس اس کی زیارت کرو کیونکہ یہ آخرت کو یاد دلانے والی چیز ہے''۔

اسی طریقے سے ''صلوۃ الفیہ'' کے بارے میں امام ابن جوزی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الموضوعات'' میں متعدد روایات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے من گھڑت ہونے میں مجھے کوئی شک نہیں۔(الموضوعات:۲/۱۲۷-۱۳۰)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:''**كل عبادة لم يتعبدها أصحاب رسول ﷺ فلا تعبدوها**''

''ہر وہ عبادت جسے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا اس کو نہ کرو آگے فرمایا کیونکہ انہوں نے آنے والے لوگوں کے لئے کچھ باقی نہ چھوڑا''۔(الاعتصام للشاطبی:۱/۳۸۶ وحجۃ النبی للالبانی:۱۰۱)

اسی طرح سے سورۂ غاشیہ میں اللہ نے فرمایا: ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ﴿٢﴾ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿٣﴾ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً﴾[الغاشیۃ:۲-۴] ''اس دن بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے، محنت کرنے والے تھکے ہوئے ہوں گے وہ دہکتی ہوئی آگ میں جائیں گے''۔''نَّاصِبَةٌ'' کا معنی تھک کر چور ہوجانے والے یعنی انہیں اتنا پُر مشقت عذاب ہوگا کہ اس سے ان کا بُرا حال ہوگا، اس کا ایک دوسرا مفہوم یہ ہے کہ دنیا میں عمل کرکر کے تھکے ہوئے ہوں گے، یعنی بہت عمل کرتے رہے ہوں گے لیکن وہ باطل ہونگے یا بدعات پر مبنی ہوں گے اس لئے ''عبادت'' اور ''اعمال شاقہ'' کے باوجود جہنم میں جائیں گے۔

اسی طرح سورۂ فرقان میں اللہ نے فرمایا: ﴿وَقَدِمْنَآ إِلَىٰ مَا عَمِلُوا۟ مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَٰهُ هَبَآءً مَّنثُورًا﴾ [الفرقان:۲۳] ''اور انہوں نے جو اعمال کئے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر انہیں پراگندہ ذروں کی طرح کردیا''۔''هَبَآءً'' ان باریک ذروں کو کہتے ہیں جو کسی سوراخ سے گھر کے اندر داخل ہونے والی سورج کی کرن میں محسوس ہوتے ہیں لیکن اگر کوئی انہیں ہاتھ میں پکڑنا چاہے تو یہ ممکن نہیں ہے کافروں کے عمل بھی قیامت والے دن انہیں ذروں کی طرح بے حیثیت ہوں گے کیونکہ وہ ایمان واخلاص سے بھی خالی ہوں گے اور موافقتِ شریعت سے بھی عاری جبکہ عنداللہ قبولیت کے لئے دونوں شرطیں ضروری ہیں ایمان واخلاص بھی اور شریعت اسلامیہ کی مطابقت بھی۔

آخرت کا سب سے بڑا خسران ونقصان یہ ہے کہ انسان جنت کے بجائے جہنم میں داخل کردیا جائے جیسا کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا: ﴿رَبَّنَآ إِنَّكَ مَن تُدْخِلِ ٱلنَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُۥ ۖ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ﴾[آل عمران:۱۹۲] لہٰذا قیامت کے دن خسارے سے نجات کی یہی صورت ہے کہ انسان اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے کسی قسم کے خسارے کا مستحق ہوگیا ہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرکے احساسِ ندامت کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں خالص توبہ کرے، اللہ پر ایمان لے آئے اور اعمال صالحہ کے ذریعہ اپنے آپ کو مزین کرے اور عمل صالح میں ظاہری وباطنی اعمال اور حقوق اللہ وحقوق العباد سب شامل ہیں اور سورۃ العصر میں بتلائے گئے اصول کو اپنالیں جس میں خسارے سے بچنے کا راستہ بتلادیا گیا ہے۔ اخیر میں اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں ہر قسم کے شرکیہ وبدعیہ اعمال سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان اعمال کے کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو ہمارے لئے دنیا وآخرت دونوں زندگیوں میں کامیابی ونجات کا باعث ہوں۔(آمین یا رب العالمین)

حلقۂ حدیث

روزہ دار کے لئے دوخوشیاں

شیخ عبدالجبارانعام اللہ سلفی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی، ممبئی)

"عن ابی هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ"

تخریج حدیث:(صحيح بخارى: كِتَابُ الصَّوْمِ ،بَابٌ: هَلْ يَقُولُ إِنِّي صَائِمٌ إِذَا شُتِمَ ح:1904،وباب فضل الصوم ح:1894،صحيح مسلم: كتاب الصيام ،باب فضل الصيام ح:1151۔الفاظ صحیح بخاری کے ہیں)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک فرماتا ہے: کہ انسان کا ہر نیک عمل خود اسی کے لئے ہے مگر روزہ کہ وہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور روزہ گناہوں کی ایک ڈھال ہے، اگر کوئی روزے سے ہو تو وہ فحش گوئی نہ کرے اور نہ شور مچائے، اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا لڑنا چاہے تو اس کا جواب صرف یہ ہو کہ میں ایک روزہ دار آدمی ہوں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ بہتر ہے، روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوں گی (ایک تو جب) وہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور (دوسرے) جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزے کا ثواب پا کر خوش ہوگا۔

تشریح: یہ حدیث، حدیث قدسی ہے، اور حدیث قدسی کہتے ہیں ایسے فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جس کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی طرف کی ہو۔ اس حدیث میں کئی اہم باتیں بیان کی گئی ہیں:

1۔ پہلے نمبر پر روزہ کی اہمیت اور فضیلت کو واضح کیا گیا ہے وہ اس طور پر کہ ہر نیک عمل، بھلائی اور طاعت وفرمانبرداری کا کام جسے ایک مسلمان اس دنیا میں انجام دیتا ہے اس کا اجر وثواب بالکل متعین اور واضح ہے یعنی ایک نیک کام کا اجر دس سے لے کر سات سو گنا بلکہ اس سے زیادہ تک ملتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:﴿مَن جَآءَ بِٱلْحَسَنَةِ فَلَهُۥ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ۖ وَمَن جَآءَ بِٱلسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰٓ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾[الانعام:160] ''جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس گنا ملیں گے، اور جو شخص برا کام کرے گا اس کو

اس کے برابر ہی سزا ملے گی اوران پر ظلم نہ ہوگا''۔

نیز اللہ نے فرمایا:﴿مَّثَلُ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَٰلَهُمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِى كُلِّ سُنۢبُلَةٍ مِّا۟ئَةُ حَبَّةٍ ۗ وَٱللَّهُ يُضَٰعِفُ لِمَن يَشَآءُ ۗ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ﴾[البقرة:261]''جولوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس دانے جیسی ہے جس میں سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سے سودانے ہوں، اور اللہ تعالیٰ اسے چاہے اور بڑھا دے اور اللہ تعالیٰ کشادگی والا اورعلم والا ہے''۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **"كلُّ عملِ ابنِ آدمَ يُضاعفُ:الحسنةُ بعشرِ أمثالِها، إلى سَبْعِمائةِ ضِعفٍ إِلَى مَا شَاءَ اللَّهُ"**''ابن آدم کے ہر عمل (کے ثواب) میں اضافہ کیا جاتا ہے، نیکی کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا بلکہ (اس سے بھی زیادہ) جتنا اللہ چاہے ملتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ ح:1638)

بجز روزہ کے، کیونکہ روزہ ان تمام اعمال سے مستثنیٰ ہے جس میں نیکیوں کا اضافہ ہوتا ہے، روزہ ایک ایسا عمل اور نیکی ہے جس کے ثواب کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے، اللہ تعالیٰ جتنا دینا چاہے دے سکتا ہے کیونکہ روزہ اللہ اور بندے کے درمیان ایک راز ہے، ایک روزہ دار مسلمان اپنی تمام نفسانی خواہشات اور ان مباح امور کو مثلاً کھانا، پینا اور جماع کو اللہ کی اطاعت اور اس کی محبت ورضا کے حصول کے لئے ترک کردیتا ہے۔

2- دوسرے نمبر پر روزہ کو دنیا میں برائیوں اور آخرت میں جہنم کی آگ سے بچنے کا ڈھال قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ ایک دوسری روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **"يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ البَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ"**''اے نوجوانوں کی جماعت تم میں سے جو صاحب طاقت ہو تو اسے نکاح کرلینا چاہئے کیوں کہ نظر کو نیچی رکھنے اور شرمگاہ کو بدفعلی سے محفوظ رکھنے کا یہ ذریعہ ہے اور جس کسی میں نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو تو اسے روزے رکھنے چاہئیے کیوں کہ وہ اس کی شہوت کو ختم کردیتا ہے''۔(صحیح بخاری ح:1905،صحیح مسلم ح:1400)۔

3- تیسرے نمبر پر یہ کہا گیا ہے کہ روزہ دار انسان خود روزہ کی حالت میں نہ تو فحش بات کہے، نہ گالی گلوچ کرے اور نہ شور وہنگامہ مچائے اس لئے کہ اس سے روزہ باطل ہوجاتا ہے۔اور اگر کوئی شخص اسے برا بھلا کہے یا اس سے لڑائی کرنے کی کوشش کرے تو کہہ دے کہ وہ روزے سے ہے تاکہ سامنے والا بھی رک جائے۔

4- چوتھے نمبر پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی قسم کھاتے ہوئے یہ بتلایا ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو قیامت کے دن اللہ کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ پاکیزہ اور عمدہ ہوگی، اس لئے کہ روزہ کا تعلق ان پوشیدہ اعمال سے ہے جو بندے اور اللہ کے درمیان انجام پاتے ہیں، اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا اس کی صحت ودرستگی پر مطلع نہیں ہو پاتا۔

(بقیہ صفحہ نمبر:۳۸ پر)

اداریہ

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

(تاکہ تم تقویٰ شعار بن جاؤ)

مدیر

دین اسلام اپنے ہمہ گیر آفاقی نظام اور جامع وشامل آداب واحکام کی وجہ سے ہمیشہ اہل خرد اور اہل انصاف کی نگاہوں میں مقبول وپسندیدہ مذہب رہا ہے۔اسکا کویی بھی حکم حکمت ومصلحت سے خالی نہیں،اور کبھی بھی یہ کسی زماں ومکاں کے لئے نامناسب وناموافق نہیں۔عقیدے،عبادات اور تمام تر چھوٹے بڑے احکام بحمد اللہ ہر زمان،ہر مکان اور ہر انسان کے لئے بالکل مناسب اور لائق اتباع ہیں بالخصوص نماز،روزہ،زکاۃ اور حج بیت اللہ کی یہ عبادتیں ایک طرف اللہ کی وحدانیت کا مظہر تو دوسری طرف دلوں کے سکون واطمینان کا ذریعہ ہیں اور آخرت میں کامیابیوں کی ضمانت کے ساتھ دنیا میں راحت وسکون کا باعث ہیں،ابھی رمضان کے مقدس مہینہ کی آمد آمد ہے یہ تو پورے ایک ماہ اپنے دامن میں ہر کس وناکس کے لئے روحانیت اور اللہ کی رحمت وشفقت کو سمیٹے ہوئے ہر گام رب کی وحدانیت کے ساتھ اسکے بندوں کو دنیاوی امن وسکون اور روحانی فرحت وسرور پہونچانے کا باعث ہوگا۔روزے کا یہ حکم جہاں ایک طرف تقوی شعاری،پرہیزگاری اور باطنی اصلاح کا سبب ہے تو وہیں دوسری طرف غریبوں،مسکینوں اور سماج کے دبے کچلے لوگوں کے لئے بھائی چارہ،محبت اور انسانیت نوازی کا عظیم الشان مہینہ بھی اس ماہ مقدس میں جہاں ایک بندہ طویل مدت تک اللہ کی عبادت وبندگی میں مست ومگن اور بھوک وپیاس کی شدت کو برداشت کرتے ہوئے اپنے خواہشات کو کنٹرول کرنے اور مشکلات ومصائب پر صبر وضبط کرنے کی تربیت لیتا ہے تو دوسری طرف اپنے مالوں کی زکاۃ اور خیرات نکال کر ضعفاء،مساکین اور ضرورتمندوں ومحتاجوں کی دستگیری کرکے اور دوسروں کے درد کو محسوس کرکے ایک عجیب سی فرحت وشادمانی کا احساس کرتا ہے، صبح صادق میں سحری کا پرلطف منظر اور شام میں افطار کی خریداری سے لیکر افطار کرنے اور کروانے تک کا حسین لمحہ روزے دار کی زندگیوں میں وہ عجیب وغریب روحانیت پیدا کردیتا ہے کہ ہم اسکا دوسرے مہینوں میں تصور بھی نہیں کرسکتے۔ایک طرف اظہار عبادت وبندگی کے خوبصورت جذبات تو دوسری طرف انسانیت نوازی کے حسین احکام واعمال،مسجدیں بھری ہوئی اور دل جذبات خیر سے لبریز،وہ پھل اور کھانے پینے کی متعدد اشیاء جو عام دنوں میں دستیاب نہیں اور عام انسان کی پہونچ سے دور رمضان المبارک میں نہ جانے کہاں سے گلی محلوں اور ہمارے گرد وپیش پہونچ جاتی ہیں یہ بھی اللہ واحد کی قدرت اور اس کی کرشمہ سازی اور اس ماہ مبارک کی خیر وبرکت ہی ہے فاللھم لک الحمد ربی۔

ہمارے بہت سارے غیر مسلم بھائی تو بڑی شدت سے اس ماہ کی آمد اور اسکے انتظار میں نگاہیں بچھائے ہوئے ہوتے ہیں، اور بہتیرے غریب اور لاچار فٹ پاتھوں پر دکانیں سجا کر اس ایک ماہ کی دکانداری سے سال بھر اپنے بچوں کی روزی کا انتظام

کرلیتے ہیں۔یہی ہے اسلام کی آفاقیت اوراسکاحسن انتظام کہ مسلمان تومسلمان غیراقوام بھی اسکی عبادتوں اور بندگیوں کے ظاہری وباطنی مصلحتوں سے بھرپورلطف اندوز ہوتے رہتے ہیں اوراسکے فیوض وبرکات سے سعادتمند ہوکرزبان حال سے اسکے آسمانی ہونے اورروحانی ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔

یوں تو دیکھا جائے تو اللہ رب العالمین نے روزے کا جو عظیم مقصد ہمارے لئے ذکرفرمایاہے وہ تقوی شعاری سے عبارت ہے(**لعلکم تتقون**)لیکن یہ چھوٹا ساپیارا سالفظ اپنی وسعتوں اور بلاغتوں میں لامحدود معانی کوسمیٹے ہوئے ہے،تقوی لفظ وقایہ سے ماخوذ ہے جسکے معنی ہیں بچنا،اگر دیکھا جائے تو اس بچنے میں بندگی وخیر کے تمام اعمال شامل ہیں جن کوانجام دیکر بندہ اللہ کی ناراضگی اور غیض وغضب سے بچتاہے اور اللہ کی رضا پانے کی جستجو کرتا ہے، اوراس میں خواہشات نفس اور معصیت وبرائی کے وہ تمام ظاہری وباطنی چوردروازے اورگناہ داخل ہیں جن سے دوررہ کرایک انسان شیطان اورنفس کی برائیوں اور آلودگیوں سے محفوظ رہتا ہے، یہ جہاں بھوکے وپیاسے رہ کرانسان کے بدن کوصحت کی آلائشوں اور گندگیوں سے پاک وصاف کرتا ہے وہیں نفس انسانی کورب کی معرفت اورآخرت کی سعادتمندیوں سے جوڑنے کا کام کرتا ہے۔ اوراس طرح انسان نفس کی غلامی اوراسکی بندشوں سے بچ کررب کائنات کی بندگی وغلامی کااسیر ہوجاتاہے۔تقوی دراصل تمام خیروبھلائی کا دروازہ اورتمام خوبیوں اور اچھے اوصاف واعمال کی روح اور اساس ہے جسکے بغیر انسانی زندگی میں سعادتمندیوں اور روحانیت واطمینان کی منزلوں تک پہونچنا ناممکن ہے۔رسول اکرم ﷺ نے تواس تقوی کی جامعیت اوراسکے حسین اثرات کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا کہ:"**فان سابه أحد أوشاتمه فليقل انی صائم**" کہ اگرکوئی گالی گلوچ بھی کرے تواس کی شیطنت اور سرکشی وبرائی سے بچنے کے کے لئے یہی کہہ دینا کافی ہے کہ بھائی میں روزے سے ہوں یعنی کہاں میں روزے داراورکہاں یہ بندہ خونخوار،اوریہی تقوی ہے،بعض ماہرین طب کاتوروزے کی عبادت اوراسکے جسم انسانی اورصحت پرخوشنما اثرات کا تجربہ دیکھ کر یہاں تک کہنا ہے کہ دنیا کے ہرانسان کوسال بھرمیں تین چارہفتوں تک مسلمانوں کی طرح بھوکا اور پیاسا رہنا چاہئے تاکہ نفس انسانی کے ساتھ ساتھ جسم انسانی بھی مکمل طریقے سے فٹ ہوجائے اور ہرطرح کے جراثیم اورصحت مخالف گندگیوں سے پاک وصاف ہوجائے۔

اور یہ بھی تقوی ہے کہ انساں اپنے بدن کوصحت مخالف آلائشوں سے بچالے جائے۔اسی لئے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ "**الصیام جُنَّةٌ**"،کہ روزہ ڈھال ہے۔

تویقیناً یہ برائیوں اورگناہوں سے بچنے کاڈھال ہے،جہنم اور عذاب الٰہی سے بچنے کاڈھال ہے،نفس کی بندگی اورغلامی سے بچنے کا ڈھال ہے،شہوات وشبہات اورخواہشات سے بچنے کا ڈھال ہے،بیماریوں اور جسمانی امراض سے بچنے کا ڈھال ہے،رب کی رضا پانے کے لئے شیطانی اعمال اور ساوس سے بچنے کاڈھال ہے، اپنے نفس پر دوسروں کی پریشانیوں کوترجیح دینے کا ڈھال ہے، الغرض سماجی ومعاشرتی برائیوں اورنفسانی وانسانی اورشیطانی حرص وہوس کے لیے ایک بہت مضبوط اور پائیدارڈھال ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم رمضان کی برکتوں کو پانے کے لئے ہرطرح کی برائیوں سے اپنے آپ کوبچائیں اوراس میں زیادہ سے زیادہ نیک اعمال انجام دیکر صاحب تقوی اور ہدایت یاب ہوجائیں۔ وماتوفیقی إلا باللہ۔

فقہ الصیام

ماہِ رمضان کے احکام ومسائل

شیخ مختار احمد محمدی مدنی (جبیل،سعودی عرب)

ماہ رمضان کی آمد دوطرح سے ثابت ہوتی ہے: (۱) چاندنظر آجانے سے: (۲) شعبان کے تیس (30) دن پورے ہوجانے سے:

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''چاند دیکھ کر صوم رکھو، اور چاند دیکھ کر افطار کرو (یعنی عید مناؤ)، اگر مطلع ابرآلود ہوتو ماہِ شعبان کے تیس (30) دن مکمل کرو''۔ [بخاری ومسلم]

اگر انتیس (29) شعبان کو چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس (30) دن پورے کئے جائیں، احتیاط وشک کے طور پر تیس شعبان کا صوم رکھنا حرام ہے۔

صوم رمضان کی فرضیت:

رمضان المبارک کا صوم اسلام کا چوتھا رکن ہے، اس کی فرضیت ورکنیت قرآن مجید، سنتِ رسول ﷺ اور امت مسلمہ کے اجماع سے ثابت ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ﴾ [البقرة: ۱۸۳]

یعنی: ''اے ایمان والو! تم پر (رمضان المبارک کے) صوم (روزے) رکھنا فرض کیا گیا، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم تقوی اختیار کرو''۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور بیشک محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، صلاۃ قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، رمضان المبارک کے صوم رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا''۔ [بخاری ومسلم]

امتِ محمدیہ کا اجماع ہے کہ رمضان المبارک کے صوم فرض ہیں، اور یہ اسلام کا ایک اہم رکن ہے، اور جو مسلمان علم رکھتے ہوئے دانستہ طور پر رمضان المبارک کے صوم کی فرضیت کا انکار کردے وہ مرتد اور کافر ہے۔

ماہ رمضان کی خصوصیات:

(۱) ماہ رمضان نہ صرف قرآن کریم بلکہ ساری آسمانی کتابوں کے نزول کا مہینہ ہے' ارشاد ربانی ہے: ﴿شَهۡرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِيٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلۡقُرۡءَانُ هُدٗى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَٰتٖ مِّنَ ٱلۡهُدَىٰ وَٱلۡفُرۡقَانِ﴾ [البقرة: ۱۸۵]

یعنی: ''ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق وباطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں''۔

واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: صحف ابراہیم رمضان کی پہلی رات،

توراۃ ساتویں، انجیل چودھویں، زبور انیسویں اور قرآن پچیسویں رات میں نازل کیا گیا۔

[مسند احمد، سلسلہ صحیحہ 1575، صحیح الجامع 1497]

(۲) صوم جو اسلام کا چوتھا رکن ہے اسی ماہ میں فرض ہے۔

﴿فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ ٱلشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ﴾ [البقرة:۱۸۵]

یعنی: ”جو ماہ رمضان میں حاضر ہو وہ صوم رکھے“۔

(۳) شب قدر اسی ماہ میں آتی ہے، جو شب قدر کی برکتوں سے محروم رہ گیا وہ بڑا بدنصیب ہے۔ [صحیح سنن ابن ماجہ رقم ۱۳۳۳]

(۴) ماہ رمضان میں عمرے کا ثواب حج کے برابر ملتا ہے۔ [بخاری ومسلم]

(۵) زکاۃ الفطر اسی ماہ سے متعلق ہے جو ہر مسلمان پر چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت، روزہ دار ہو یا غیر روزہ دار، صاحب نصاب ہو یا نہ ہو فرض ہے جس کا اہم مقصد بحالت صوم سرزد ہونے والے گناہوں سے خود کو پاک کرنا اور مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔

(۶) ماہ رمضان میں اعتکاف کرنا مسنون ہے۔

(۷) ماہ رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں شیطانوں کو قید کر دیا جاتا ہے اور پورا مہینہ اللہ تعالی لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا رہتا ہے۔ [صحیح سنن ترمذی رقم ۶۸۲ وصحیح سنن ابن ماجہ رقم ۱۶۴۲]

صوم (روزہ) کا لغوی وشرعی معنی:

لغت عرب میں صوم کا معنی ہے: رک جانا۔

شریعت میں: اللہ کی عبادت کی نیت سے صبح صادق سے سورج غروب ہونے تک صوم توڑ دینے والی تمام چیزوں سے رک جانے کا نام صوم ہے۔

تمام علماء کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ صوم: ہر عاقل، بالغ، مقیم اور صاحب قدرت مسلمان پر فرض ہے، عورت کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ وہ حیض ونفاس سے پاک ہو۔

فرضیت صوم کے شروط:

۱-اسلام: یعنی مسلمان ہونا غیر مسلم کا صوم درست نہیں۔

۲-بلوغت: نابالغ بچوں پر صوم واجب نہیں ہے، البتہ ان کے والدین اور ذمہ داروں کو چاہئے کہ عادت ڈلوانے کے لئے ان سے صوم رکھوائیں جیسا کہ سلف صالحین کیا کرتے تھے۔

۳-عقل: پاگل، مجنون جب تک اس کی عقل واپس نہ آئے اس وقت تک وہ مکلف نہیں ہے۔

۴- قدرت: صوم رکھنے پر قادر ہو، جو بڑھاپے یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے صوم رکھنے سے عاجز یا قاصر ہوں ان پر صوم واجب نہیں ہے۔

۵-مقیم: مسافر پر صوم واجب نہیں ہے۔

۶-عورت کا حیض ونفاس کی حالت میں نہ ہونا۔

۷-نیت: صبح صادق سے پہلے صوم رکھنے کا عزم وارادہ ہونا چاہئے، ایک شخص کے لئے پورے ماہ کا ایک ہی بار عزم ونیت کر لینا کافی وجائز ہے۔

فرض صیام کی نیت فجر سے پہلے ضروری ہے۔ ام المؤمنین حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص کی صبح صادق سے پہلے صوم کی نیت نہ ہو اس کا صوم نہیں“۔ [ترمذی، ابوداود، نسائی، ابن ماجہ]

نفلی صوم کی نیت دن میں زوال سے پہلے کسی وقت بھی ہو سکتی

ہے، بشرطیکہ طلوع فجر کے بعد کچھ کھایا پیا نہ ہو، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دن نبی کریم ﷺ میرے گھر تشریف لائے ،اور فرمایا کہ:"**هل عندكم شيء؟ فقلنا: لا۔ قال: فاني صائم**" "کیا تمہارے پاس کچھ (کھانے کو) ہے؟ ہم نے کہا 'نہیں' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: 'اچھا تو پھر میرا صوم ہے' ۔[صحیح مسلم]

نیت دل کے ارادہ کا نام ہے، اسے زبان سے کہنا کہ میں اللہ کے لئے کل صوم رکھنے کی نیت کرتا ہوں یہ دین میں بدعت ہے، سحری کرنا، یا سوتے وقت صوم کا ارادہ وعزم یہی نیت ہے، کسی بھی عمل کی زبان سے نیت کرنا دین میں بدعت ہے۔

صوم کی فضیلت واہمیت:

(۱) صوم ڈھال ہے۔[صحیح سنن ابن ماجہ رقم ۲۰۹ ۳ ومسند احمد]

چونکہ جہنم شہوات سے گھیر دی گئی ہے اور صوم شہوتوں کو توڑ دیتا ہے اس لئے وہ جہنم سے آڑ ہے، اسی لئے آپ ﷺ نے جو شادی کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کو صوم رکھنے کا حکم دیا ہے۔

[بخاری ومسلم]

(۲) صوم جنت میں داخلے کا سبب ہے ابوامامۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا: مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کردے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:"**عليك بالصوم فانه لا مثل له**" یعنی "تم روزہ رکھو اس جیسی کوئی عبادت نہیں"۔[صحیح سنن نسائی]

(۳) صائم (روزہ دار) بلاحساب اجر وثواب سے نوازا جاتا ہے۔(۴) صائم کے لئے دو خوشیاں ہوتی ہیں۔(۵) صائم کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے بھی بہتر و پاکیزہ ہوتی ہے: ان تینوں کی مشترکہ دلیل یہ حدیث قدسی ہے جس میں اللہ فرماتا ہے: صوم کے سوا آدمی کا ہر عمل اس کے لئے ہے، جبکہ صوم میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اور صوم ڈھال ہے لہٰذا جس روز تم میں سے کوئی صوم سے ہو اس روز وہ فحش گوئی کرے اور نہ بیہودہ کلامی، اور اگر کوئی دوسرا اس سے گالی گلوچ کرے یا لڑائی کرے تو صائم (روزہ دار) کو کہنا چاہئے کہ میں صوم سے ہوں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، روزہ دار کے منہ کی بو، قیامت کے دن اللہ تعالی کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہوگی، روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں جن سے وہ فرحت وسرور حاصل کرے گا، پہلی جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے دوسری جب وہ اپنے رب سے ملے گا تو صوم کی وجہ سے خوش ہوگا۔[بخاری ومسلم]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آدمی کے ہر نیک عمل کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا کر دیا جاتا ہے البتہ صوم کے بارے میں اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ یہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا کیونکہ روزہ دار میری خاطر اپنی شہوت اور کھانا پینا چھوڑتا ہے۔[صحیح مسلم]

(۶) صوم اور قرآن قیامت کے دن صائم (روزہ دار) کے لئے سفارش کریں گے۔[مسند احمد ومستدرک حاکم، صحیح الترغیب والترہیب رقم ۹۸۴]

(۷) صوم رکھنے والوں کے لئے جنت میں ایک خصوصی دروازہ بنایا گیا ہے جس کا نام ریان ہے۔[بخاری ومسلم]

صوم کا مقصد:

صوم کا مقصد تقوی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:﴿يَا أَيُّهَا

ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ ﴾[البقرۃ:۱۸۳]

یعنی: ’’اے ایمان والو! تم پر (رمضان المبارک کے) صوم فرض کر دئے گئے ہیں جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تا کہ تم تقوی اختیار کرو‘‘۔

تقوی پورے دین کو شامل ہے، یہ ہر نیکی کے کرنے اور ہر گناہ کے چھوڑنے کی بنیاد ہے، یہی وہ وصیت ہے جو اللہ تعالی نے سابقہ اور بعد میں آنے والی تمام امتوں کو کی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلَقَدۡ وَصَّيۡنَا ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ مِن قَبۡلِكُمۡ وَإِيَّاكُمۡ أَنِ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ ﴾[النساء:۱۳۱]

یعنی: ہم نے ان لوگوں کو جنہیں تم سے پہلے کتابیں عطا کی گئیں اور تم کو وصیت کی کہ اللہ تعالے سے ڈرو۔

نبی کریم ﷺ خطبہ الحاجۃ میں جن آیات کو پڑھتے تھے ان کے شروع میں اللہ کے تقوی اختیار کرنے کا حکم ہے۔

تقوی کا صلہ وانعام جنت ہے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿تِلۡكَ ٱلۡجَنَّةُ ٱلَّتِي نُورِثُ مِنۡ عِبَادِنَا مَن كَانَ تَقِيًّا ﴾ [مریم:۶۳]

یعنی یہ ہے وہ جنّت جسکا وارث ہم اپنے بندوں میں سے انہیں ٹھہراتے ہیں جو متقی ہوں۔

اس کی تعریف میں امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: **"التقوى هى فعل ما أمر الله به وترك مانهى عنه"**۔

تقوی اللہ کے احکامات کے بجالانے اور اس کی ممنوعات سے اجتناب کرنے کا نام ہے۔

اللہ کا سب سے بڑا حکم توحید اور سب سے بڑی منع کردہ چیز شرک ہے، شرک کرنے والوں پر اللہ نے جنت حرام کردی ہے وہ کبھی بھی جنت میں نہیں جائیں گے، اس سے معلوم ہوا کہ متقی کے لئے موحد ہونا اور شرک سے بچنا اولین شرط ہے، لہذا شرک کرنے والا متقی نہیں ہوسکتا۔

تقوی یہ بھی ہے کہ ایک شخص مکروہات سے بچے اور مستحبات کو اپنائے تا کہ اسے کمال حد تک تقوی نصیب ہوسکے۔

تقوی کا تعلق گرچہ دل سے ہوتا ہے لیکن انسان کے اعمال اس کی پہچان ہوتے ہیں، اگر انسان ظاہر میں دین وشریعت پر کاربند نہیں تو اس کے دل میں تقوی نہیں ہے گرچہ وہ تقوی کا دعویدار ہو۔

ہمیں ظاہر وباطن ہر حال میں اللہ سے ڈرنا چاہئے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: **"اتق الله حيث ما كنت"** یعنی خلوت میں بھی جب کوئی دیکھنے والا نہ ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرا جائے، اور ظاہر میں بھی جب ہمارے اعمال وافعال لوگوں کے سامنے ہوں اللہ تعالے سے ڈرا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر قول وعمل کو ہر حالت میں جانتا ہے اس پر کوئی چیز مخفی نہیں وہ دل میں پیدا ہونے والے خیالات سے بھی باخبر وآگاہ ہے۔ فرمانِ ربانی ہے: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيۡكُمۡ رَقِيبٗا ﴾[النساء:۱] ’’بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے‘‘۔

باطن میں اللہ تعالے کے خوف سے بے نیازی دل میں ایمان کے نہ ہونے کی دلیل ہے اس مرض کو نفاق کہا جاتا ہے۔ منافقین اپنی سیاہ کاریوں کو لوگوں سے چھپاتے تھے تا کہ انکا بھرم قائم رہے جبکہ اللہ تعالے ان تمام پوشیدہ رازوں کو ظاہر

کرنے والا ہے کیونکہ وہ ذات ظاہر وباطن کو جاننے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ﴾ [النساء:۱۰۸]

یعنی: وہ لوگوں سے تو چھپ جاتے ہیں مگر اللہ تعالے سے نہیں چھپ سکتے۔

صائم کو جھوٹ اور لغو کی باتوں سے بچنا بھی ضروری ہے اور یہ بھی تقوی ہے، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "**من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة أن يدع طعامه و شرابه**"۔ [بخاری]

ترجمہ: ''جو جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے اللہ کو کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے''۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "**ليس الصيام من الأكل والشرب انما الصيام من اللغو والرفث فان سابك أحد أو جهل عليك فقل انى صائم انى صائم**" [ابن خزیمہ وحاکم]

ترجمہ: ''صرف کھانے پینے سے رک جانے کا نام صوم نہیں ہے صوم لغو وشہوانی باتوں وکاموں سے رک جانے کا نام ہے، اگر تمہیں کوئی گالی دے یا تم سے جہالت کی باتیں کرے تو یہ کہہ دو میں صائم ہوں میں صائم ہوں''۔

یہ بھی نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: "**رب صائم حظه من صيامه الجوع والعطش**" [ابن ماجہ وسنن دارمی ومسند احمد وسندہ صحیح]

ترجمہ: ''کتنے صوم رکھنے والے ایسے ہیں جنہیں بھوک اور پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا''۔

صوم نہ رکھنا سخت ترین گناہ:

قدرت کے باوجود بغیر کسی شرعی عذر کے ماہ رمضان کے ایک دن کا بھی صوم نہ رکھنا بڑا گناہ اور اللہ کی ناراضگی اور اس کے عقاب کا سبب ہے، ایسے شخص کو چاہئے کہ فورا سچی توبہ کرے، اللہ سے اس گناہ کی مغفرت طلب کرے، جو کوتاہی ہوئی اس پر ندامت کا اظہار کرے اور یہ عزم کرے کہ آئندہ اس سے یہ گناہ نہیں ہوگا اور جتنی جلدی ہو اس کی قضاء کرے۔

صوم چھوڑ دینا کتنا بڑا گناہ ہے اس حدیث سے اندازہ لگا سکتے ہیں: ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میں سورہا تھا میرے پاس دو فرشتے آئے اور دونوں نے میرے دونوں بازووں کو پکڑ لیا اور مجھے ایک سخت اور مشکل پہاڑ کے پاس لے کر آئے اور کہنے لگے اس پر چڑھو، میں نے کہا میرے پاس اس پر چڑھنے کی طاقت نہیں ہے، دونوں نے کہا ہم آپ کے لئے آسان کردیں گے، جب میں پہاڑی پر چڑھا تو بڑی سخت آواز سنائی دینے لگی، میں نے کہا یہ کیسی آواز ہے؟ کہا یہ جہنمیوں کی آواز ہے، پھر وہ دونوں مجھے آگے لے کر گئے، تو میں نے کچھ لوگوں کو الٹا لٹکتے ہوئے دیکھا ان کے جبڑے پھٹے ہوئے تھے اور ان سے لگا تار خون بہہ رہا تھا، میں نے کہا یہ کون لوگ ہیں؟ کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو وقت سے پہلے افطار کرلیا کرتے تھے۔ [صحیح ابن خزیمہ، سنن کبری نسائی، صحیح ابن حبان وصححہ الالبانی فی السلسلۃ الصحیحۃ رقم ۳۹۵۱]

سلسلہ صحیحہ میں اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد امام البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ ان لوگوں کی سزا ہے جو صوم تو رکھتے تھے لیکن جان بوجھ کر وقت سے پہلے افطار کرلیا کرتے تھے، تو ایسے لوگوں کا

کیا حال ہوگا جو سرے سے صوم ہی نہیں رکھتے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے دنیا وآخرت میں سلامتی وعافیت کا سوال کرتے ہیں۔(انتہی)

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مؤمنوں کے نزدیک یہ ثابت شدہ امر ہے کہ جو بلا بیماری یا بلا کسی جائز عذر کے صوم چھوڑ دے تو وہ زانی اور شرابی سے بھی بدتر ہے، ان کے نزدیک اس کے اسلام ہی میں شک ہے، یہ زندیقیت ولا دینیت ہے۔ [الکبائر: ص ۶۴]

لہٰذا ایسے لوگوں کے لئے جو صوم نہیں رکھتے ان کے لئے نصیحت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اس کے انتقام ودردناک عذاب سے بچیں، اور کل کا دن آنے سے پہلے سچی توبہ کرلیں آج عمل ہے حساب نہیں، کل حساب ہوگا عمل نہیں ہوگا، صوم اللہ کی نعمت ہے ہمیں اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

صوم توڑ دینے والی چیزیں:

۱۔صوم کی حالت میں یاد ہونے کے باوجود جان بوجھ کر کھانا کھانا یا پانی پینا، البتہ بھول کر کچھ کھا پی لینے سے صوم باطل نہیں ہوتا ہے۔

۲۔عمداً قے کرنا، البتہ اگر خود بخود قے ہوجائے تو صوم نہیں ٹوٹتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشا ہے: جسے خود بخود قے آجائے اس کے ذمہ قضاء نہیں، لیکن جس نے جان بوجھ کر کوشش کرکے قے کی اس پر قضاء ہے''۔[صحیح سنن ترمذی رقم ۷۲۰]

۳۔حیض یا نفاس کا آنا اگرچہ یہ سورج غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے ہی کیوں نہ ہو اس سے صوم ٹوٹ جاتا ہے۔

۴۔جماع خواہ منی نکلے یا نہ نکلے، ہر حال میں صوم ٹوٹ جاتا ہے۔

یاد رہے کہ ایک مسلمان پر جھوٹ، غیبت چغلی، گالی گلوچ، فحش گوئی وبیہودگی سے بچنا ہر وقت ضروری ہے خاص کر صوم کی حالت میں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے :"**من لم يدع قول الزور والعمل به والجهل، فليس لله حاجة في أن يدع طعامه وشرابه**''۔[بخاری ومسلم]

ترجمہ:''جو شخص جھوٹ بولنا، اس پر عمل کرنا اور جہالت ترک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانے پینے سے دور رہنے کی کوئی حاجت نہیں''۔

صوم ٹوٹنے کی شرطیں:

۱۔اس بات کا علم ہو کہ اس کام سے صوم ٹوٹ جاتا ہے، اگر جاہل ولاعلم ہو تو صوم نہیں ٹوٹے گا۔

۲۔اسے یاد ہو کہ وہ صوم کی حالت میں ہے اگر بھول کر کھا پی لے تو اس سے صوم نہیں ٹوٹے گا۔

۳۔اپنی مرضی اور اختیار سے کرے، صوم توڑنے پر مجبور نہ کیا گیا ہو۔

اگر کوئی صوم توڑ دینے والی چیزوں میں سے کسی کو بھول کر یا لاعلمی میں یا بغیر قصد وارادہ کے ارتکاب کرلے تو اس کا صوم درست ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِن نَّسِينَآ أَوْ أَخْطَأْنَا﴾[البقرۃ:۲۸۶] یعنی:''اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کرلیں تو ہماری گرفت نہ فرما''۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ میری امت کی بھول چوک اور مجبوری کی حالت میں کئے گئے کام پر مؤاخذہ نہیں کرتا''۔[صحیح ابن ماجہ رقم ۲۰۴۳، ارواء الغلیل ۱/ ۱۲۳]

نیز ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ :"من نسی وهوصائم، فأكل أوشرب،فليتم صومه ،فانماأطعمه الله وسقاه"

ترجمہ:''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ جب کوئی بھول کر کھاپی لے تو اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے کھلایا اور پلایا ہے''۔[بخاری،مسلم]

جس نے جان بوجھ کر اپنے اختیار اور مرضی سے صوم توڑ دیا یا صوم نہیں رکھا تو وہ توبہ کرے اور بعد میں جتنی جلدی ہوسکے اس دن کی قضا دے،اس پر مزید کوئی کفارہ نہیں الا یہ کہ اس نے ماہ رمضان میں دن میں اپنی بیوی سے جماع کیا ہو تو ایسی صورت میں اس پر کفارہ مغلظہ واجب ہوتا ہے،کفارہ مغلظہ سے مراد یہ ہے کہ :ایک غلام آزاد کرے ، یا دو ماہ کے مسلسل صوم رکھے، یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا بنا کر کھلائے ،یہ کفارہ ترتیب کے ساتھ ہے، اور اگر کھانا بنا کر نہیں کھلا سکتا تو ہر محتاج کو آدھا صاع (سوا کلو یا اس سے کچھ زیادہ) غلہ جو اس علاقہ کی خوراک ہو وہ دے۔

ان چیزوں سے صوم نہیں ٹوٹتا:

۱۔الکحل ملی ہوئی چیزوں جیسے خوشبو' سینٹ وغیرہ کے استعمال اور سونگھنے سے۔[امام ابن تیمیہ' علامہ ابن باز وعلامہ ابن عثیمین]

۲۔آنکھ اور کان میں دوا ڈالنے سے۔[امام ابن تیمیہ' علامہ ابن باز وعلامہ ابن عثیمین]

۳۔چیک اپ اور ٹیسٹ کے لئے خون دینے سے۔[علامہ ابن باز وعلامہ ابن عثیمین]

۴۔دمہ وغیرہ کا آکسیجن (انہیلر) لینے سے۔[سعودی عرب کے بڑے علماء کی دائمی فتوی کمیٹی' علامہ ابن عثیمین اور علامہ ابن باز]

۵۔انسولین لینے سے۔[دائمی فتوی کمیٹی' علامہ ابن عثیمین]

۶۔دانتوں کی صفائی' ان میں معجون بھرنے' دانتوں کو نکالنے اور سن کرنے سے۔[علامہ ابن باز]

۷۔میک اپ کرنے سے۔[علامہ ابن عثیمین' علامہ ابن باز]

۸۔تیراکی اور پانی میں ڈبکی لگانے سے۔[علامہ ابن عثیمین]

۹۔ہونٹوں کو نرم رکھنے والی دواؤں کے استعمال سے۔بشرطیکہ اسے نہ نگلا جائے۔[علامہ ابن عثیمین]

۱۰۔ٹوتھ پیسٹ سے بشرطیکہ وہ معدہ تک نہ پہنچے۔[علامہ ابن عثیمین' علامہ ابن باز]

ان اعذار کی بنا پر صوم نہ رکھنے کی رخصت ہے:

۱۔بیماری وبڑھاپا: اگر بیماری عارضی اور وقتی ہے یعنی شفاء کی امید ہے تو پھر جب شفاء مل جائے تو بعد میں چھوڑے ہوئے صوم کی قضاء کرے اور اگر بیماری دائمی ولا علاج ہے، شفایابی کی بظاہر کوئی امید نہیں ہے یا عمر بہت ہی زیادہ ہے تو ایسی صورت میں ہر صوم کے عوض ایک مسکین کو ایک وقت کا کھانا کھلائے ، چاہے تو رمضان ہی میں ہر دن ایک مسکین کو کھلا دے یا ایک ہی دن تیس مسکینوں کو بلا کر کھانا پکا کر کھلا دے یا دو تین قسطوں میں کھلا دے یا رمضان کے بعد جتنی جلدی ہو اتنی جلدی کھلا دے یا ہر صوم کے عوض ایک مسکین کو ایک وقت کے کھانے کی مقدار یعنی آدھا صاع (تقریبا سوا کلو یا اس سے کچھ زیادہ) علاقہ کی جو خوراک ہے وہ غلہ دیدے۔

۲۔سفر : ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ [البقرۃ: ۱۸۵] یعنی :''جو بیمار ہو یا مسافر' اسے دوسرے دنوں

میں یہ گنتی پوری کرنی ہے“۔

۳-حاملۃ (حمل والی) اور

۴- مرضعۃ (دودھ پلانے والی) عورت:

اگر صوم رکھنے کی صورت میں ان دونوں کو اپنے یا اپنے بچوں پر نقصان کا خدشہ ہو تو ان کے لئے صوم نہ رکھنے کی رخصت ہے، ایک قول کے مطابق ان پر بعد میں صوم کی قضاء ہے، جبکہ ایک قول یہ ہے کہ ایسی عورتوں کا حکم دائمی مریض کا ہے لہٰذا ان پر فدیہ ہے، یعنی ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے، یہی ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔[دیکھئے ارواء الغلیل ۴/۱۸] اور یہی صحیح ترین قول اور قیاس کے زیادہ قریب ہے۔

۵-جس شخص کو پانی یا آگ میں پھنسے ہوئے شخص کو بچانے کی ضرورت پڑ جائے یا صوم کی وجہ سے خود اس کی جان کا خطرہ ہو: تو اس صورت میں اسے صوم توڑ دینا جائز ہے، بعد میں قضاء کرے۔

حالت صوم میں مباح چیزیں:

(۱) غسل کرنا: نبی کریم ﷺ صوم کی حالت میں پیاس یا گرمی کے سبب اپنے سر پر پانی ڈالتے تھے۔[صحیح سنن ابوداؤد رقم ۲۰۷۲] (وضاحت: دن میں اگر کسی کو احتلام ہوجائے تو اسے چاہئے کہ بیداری کے بعد فوراً غسل کرلے اس کے صوم پر کوئی فرق نہیں پڑتا)۔

(۲) ضرورت پر حجامہ (فصد) لگوانا: صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بحالت صوم فصد لگوایا۔

خون کا عطیہ دینے کا بھی یہی حجامہ کا حکم ہے ہاں اگر مشقت و کمزوری ہو تو پھر مکروہ ہے۔

(۳) ایسا شخص جو اپنے نفس پر قابو رکھ سکے بیوی سے اس کا بوس و کنار کرنا، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ بوس و کنار کرلیا کرتے تھے حالانکہ آپ ﷺ صوم میں ہوا کرتے تھے اور تم میں سب سے زیادہ اپنی شہوت پر قابو کرنے والے تھے۔[متفق علیہ]

(۴) جنابت کی حالت میں صبح کرنا: عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ جنابت کی حالت میں ہوتے فجر کا وقت ہوجاتا تا پھر آپ ﷺ غسل کرتے اور صوم رکھتے“۔[صحیح بخاری]

(۵) ضرورت پر کھانے کا ذائقہ چکھنا بشرطیکہ وہ حلق میں نہ جائے ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سرکہ چکھنے میں اسی طرح خوردونوش کی دیگر اشیاء چکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔[مصنف ابن أبی شیبۃ، ارواء الغلیل]

(۶) سرمہ اور خوشبو کا استعمال کرنا۔

(۷) تھوک اور بلغم نگل جانا، اسی طرح گرد و غبار کا حلق میں چلے جانا کیونکہ اس سے بچنا ناممکن ہے۔

ماہ رمضان میں مسنون اعمال:

۱- تراویح کا اہتمام کرنا نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: جس نے رمضان میں (اللہ پر) ایمان اور اس سے ثواب کی امید میں قیام اللیل کیا تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔[صحیح بخاری و مسلم]

واضح رہے کہ صحیح بخاری و مسلم اور دیگر صحیح احادیث کی روشنی میں تراویح کی مسنون تعداد (۱۱) ہے، اور بسا اوقات آپ ﷺ نے (۱۳) رکعت بھی پڑھی ہے۔

اس سے زیادہ آپ ﷺ نے پوری زندگی کبھی نہیں پڑھی، یہ بھی واضح رہے کہ خلیفہ راشد عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور

خلافت میں تراویح کے لئے لوگوں کو (۱۱) رکعت ہی پر اکٹھا کیا تھا۔[موطاامام مالک]

۲-صوم کی حالت میں قرآن مجید کی بکثرت تلاوت کرنا، اللہ تعالی کا ذکر کرنا، صدقہ وخیرات کرنا اور زبان کی حفاظت کا بطور خاص اہتمام کرنا۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :"**كان رسول الله ﷺ أجود الناس، وكان أجود مايكون فى رمضان، حين يلقاه جبريل، وكان يلقاه فى كل ليلة من رمضان فيدارسه القرآن، فلرسول الله ﷺ أجود بالخير من الريح المرسلة**"۔

ترجمہ:''رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی اور فیاض تھے، اور رمضان المبارک میں خاص طور پر جب جبرئیل (علیہ السلام) سے ملاقات ہوتی تو آپ (ﷺ) کی سخاوت اور فیاضی اور بڑھ جاتی۔ جبرئیل (علیہ السلام) رمضان کی ہر رات آپ ﷺ سے ملتے اور آپ ﷺ کے ساتھ قرآن مجید کا دور فرماتے، رسول اللہ ﷺ احسان اور صدقات وخیرات میں تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی اور فیاض تھے''۔[بخاری، مسلم]

۳-سحری کھانا مسنون ہے: نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "**تسحروا فان في السحور بركة**": سحری کھاؤ سحری میں برکت ہے''۔[بخاری ومسلم]

جب کسی کی نیند کھلے اور اسے غسل جنابت کرنا ہو لیکن سحری میں وقت بہت کم ہو تو اس کو چاہئے کہ پہلے سحری کرلے پھر اس کے بعد غسل کرے کیونکہ سحری کے لئے پاکی ضروری نہیں ہے، صلاۃ کے لئے پاکی ضروری ہے ۔

۴-سحری میں تاخیر اور افطار میں جلدی کرنا بہتر ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:"**لاتزال أمتي بخير ماعجلوا الفطر وأخروا السحور**" ترجمہ:''میری امت اس وقت تک بھلائی میں رہے گی جب تک وہ افطار میں جلدی اور سحری میں تاخیر کرے گی''۔[مسند أحمد سند صحیح ہے]

سورج غروب ہونے کے فورا بعد بلا انتظار افطار کرلینا چاہئے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "**لايزال الناس بخيرما عجلوا الفطر**"[بخاری ومسلم] ترجمہ:''جب تک لوگ جلدی افطار کریں گے اس وقت تک خیر میں رہیں گے''۔

۵-رطب (تازہ کھجور) یا خشک کھجور سے افطار کرنا مسنون ہے اور اگر وہ نہ ملے تو پانی سے، انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ رطب کھجوروں سے افطار فرماتے، اگر رطب نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں سے اور اگر خشک کھجوریں بھی نہ ہوتیں تو چند گھونٹ پانی سے ہی افطار فرما لیتے''۔[صحیح ابوداود: ۲۳۵۶، ترمذی]

۶-بسم اللہ کہہ کر افطار کریں پھر افطار کے بعد یہ دعا پڑھنا مسنون ہے:"**ذَهَبَ الظَّمَأُ ،وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ ،وَثَبَتَ الْأَجْرُ، اِنْ شَاءَ اللّٰهُ**"

ترجمہ:''پیاس جاتی رہی، رگیں تر ہوگئیں اور روزے کا ثواب ان شاءاللہ پکا ہوگیا''۔[صحیح ابوداود رقم ۲۰۶۶]

۷-صوم کی حالت میں بکثرت مسواک کرنا مسنون ہے: عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو صوم کی حالت میں اتنی بار مسواک کرتے دیکھا ہے کہ گن نہیں سکتا''۔[صحیح بخاری] عصر کے بعد بھی مسواک کرنا مسنون ہے۔

۸-افطار کروانا مسنون ہے : نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے جس نے روزہ دار کو افطار کرایا اسے بھی اتنا ہی اجر وثواب ملے گا، جتنا اجر روزہ دار کو ملتا ہے روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی''۔[صحیح ترمذی ۸۰۷، ابن ماجہ، أحمد]

۹-رمضان المبارک کے آخری عشرہ (آخری دس ایام) میں اعتکاف مسنون ہے۔[صحیح بخاری وصحیح مسلم]

۱۰- رمضان المبارک کے آخری عشرہ (آخری دس ایام) میں شب قدر جاگنا مسنون ہے:

جب رمضان المبارک کے آخری دس ایام شروع ہوتے تو رسول اللہ ﷺ (عبادت کے لئے) کمربستہ ہوجاتے۔راتوں کو جاگتے اور اپنے اہل وعیال کو بھی جگاتے''۔[بخاری ومسلم]

۱۱-اگر کوئی کسی روزہ دار سے گالی گلوچ، لڑائی جھگڑا کرے یا جہالت سے پیش آئے تو اس کا جواب بیہودگی اور گالی گلوچ سے نہیں دینا چاہئے بلکہ اس سے یہ کہنا چاہئے کہ میں صوم سے ہوں''۔[بخاری ومسلم]

۱۲-عمرہ کرنا: حج کے برابر ثواب ملتا ہے۔صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: رمضان میں عمرہ میرے ساتھ حج کے برابر ہے''۔

شب قدر کی فضیلت:

شب قدر کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے:

ارشاد باری تعالی ہے: ﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ۝١ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ ۝٢ لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾[القدر]

یعنی: ''یقینا ہم نے اسے شبِ قدر میں نازل فرمایا تم کو کیا معلوم کہ شبِ قدر کیا ہے؟ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے''۔

ہزار (1000) مہینے: 83 سال 4 مہینے بنتے ہیں، یہ امتِ محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے۔

شب قدر میں قیام گذشتہ چھوٹے گناہوں کی مغفرت کا باعث ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے شب قدر میں ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے قیام کیا، اس کے گذشتہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں''۔[بخاری ومسلم]

شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرے کی کسی طاق رات میں ہوتی ہے:

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: **''تحروا لیلة القدر فی الوتر من العشر الأواخر من رمضان''۔**

ترجمہ: ''رمضان کے آخری عشرے (دس دن) کی طاق راتوں (یعنی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹) میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو''۔[صحیح بخاری]

شب قدر کی دعاء:

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اگر میں شبِ قدر پالوں تو کونسی دعا پڑھوں؟ تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: تم کہو: **''اللَّهُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِي''۔**

ترجمہ: ''اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے، معاف کرنا پسند کرتا ہے لہٰذا مجھے معاف فرما''۔[صحیح ترمذی رقم ۲۷۸۹، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد]

مسائل و دلائل

نماز تراویح ایک مختصر جائزہ

شارح بخاری مولانا داؤد راز دہلوی رحمہ اللہ

زیر نظر مضمون شارح بخاری علامہ داؤد راز دہلوی رحمہ اللہ کی ایک شاہکار تحقیقی وتنقیدی بحث ہے جسے آپ نے نماز تراویح اور اس کی تعداد کے سلسلے میں اپنی شرح صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی معروف حدیث کے ضمن میں بڑی شرح وبسط کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔افادہ عام کے لئے اسے الجماعۃ کے شمارہ ھذا میں شائع کیا جارہا ہے رب العالمین ہمیں حق بات سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)۔[مدیر]

نبی کریم ﷺ کا رمضان اور غیر رمضان میں رات کو نماز پڑھنا:

’’حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ , قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ , أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ:" مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ؟ فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي‘‘۔

’’ہم سے عبداللہ بن یوسف تنیسی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے خبر دی، انہیں سعید بن ابوسعید مقبری نے خبر دی، انہیں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے انہوں نے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ رمضان میں (رات کو) کتنی رکعتیں پڑھتے تھے۔ آپ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ (رات میں) گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔خواہ رمضان کا مہینہ ہوتا یا کوئی اور۔ پہلے آپ ﷺ چار رکعت پڑھتے۔ان کی خوبی اور لمبائی کا کیا پوچھنا۔ پھر آپ ﷺ چار رکعت اور پڑھتے ان کی خوبی اور لمبائی کا کیا پوچھنا۔ پھر تین رکعتیں پڑھتے۔عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے ہی سو جاتے ہیں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا‘‘۔(صحیح بخاری:1147)

تشریح: ان ہی گیارہ رکعتوں کو تراویح قرار دیا گیا ہے اور آنحضرت ﷺ سے رمضان اور غیر رمضان میں بروایات صحیحہ یہی گیارہ رکعات ثابت ہیں۔رمضان شریف میں یہ نماز تراویح کے نام سے موسوم ہوئی اور غیر رمضان میں تہجد کے نام سے پکاری گئی۔ پس سنت نبوی صرف آٹھ رکعات تراویح اس طرح کل گیارہ رکعات ادا کرنی ثابت ہیں۔جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے مزید وضاحت ہوتی ہے۔

''عن جابر رضى الله عنه قال صلى بنا رسول الله ﷺ في رمضان ثمان ركعات والوتر''۔ علامہ محمد بن نصر مروزی (اپنی سند سے) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو رمضان میں آٹھ رکعت تراویح اور وتر پڑھا دیا (یعنی کل گیارہ رکعات)

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کہ رسول اللہ ﷺ: ''ماكان يزيد في رمضان ولا في غيره على احدى عشرة ركعة'' رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

بعض لوگوں کو اس سے غلط فہمی ہوگئی ہے کہ یہ تہجد کے بارے میں ہے تراویح کے بارے میں نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں تراویح اور تہجد الگ دو نمازیں قائم نہیں کیں وہی قیام رمضان (تراویح) یا بالفاظ دیگر تہجد گیارہ رکعت پڑھتے اور قیام رمضان (تراویح) کو حدیث شریف میں قیام اللیل (تہجد) بھی فرمایا ہے۔

رمضان میں رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام کو تراویح پڑھا کر فرمایا: ''مجھ کو خوف ہوا کہ تم پر صلوٰۃ اللیل (تہجد) فرض نہ ہوجائے'' دیکھئے آپ ﷺ نے تراویح کو تہجد فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رمضان میں قیام رمضان (تراویح) اور صلوٰۃ اللیل (تہجد) ایک ہی نماز ہے۔

تراویح وتہجد کے ایک ہونے کی دوسری دلیل:

''عَنْ أَبِي ذَرٍّ ، قَالَ: صُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَمَضَانَ، فَلَمْ يَقُمْ بِنَا شَيْئًا مِنْهُ حَتَّى بَقِيَ سَبْعُ لَيَالٍ، فَقَامَ بِنَا لَيْلَةَ السَّابِعَةِ حَتَّى مَضَى نَحْوٌ مِنْ ثُلُثِ اللَّيْلِ، ثُمَّ كَانَتِ اللَّيْلَةُ السَّادِسَةُ الَّتِي تَلِيهَا، فَلَمْ يَقُمْهَا حَتَّى كَانَتِ الْخَامِسَةُ الَّتِي تَلِيهَا، ثُمَّ قَامَ بِنَا حَتَّى مَضَى نَحْوٌ مِنْ شَطْرِ اللَّيْلِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَوْ نَفَّلْتَنَا بَقِيَّةَ لَيْلَتِنَا هَذِهِ؟ فَقَالَ:" إِنَّهُ مَنْ قَامَ مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ، فَإِنَّهُ يَعْدِلُ قِيَامَ لَيْلَةٍ"، ثُمَّ كَانَتِ الرَّابِعَةُ الَّتِي تَلِيهَا، فَلَمْ يَقُمْهَا حَتَّى كَانَتِ الثَّالِثَةُ الَّتِي تَلِيهَا، قَالَ: فَجَمَعَ نِسَاءَهُ وَأَهْلَهُ وَاجْتَمَعَ النَّاسُ، قَالَ: فَقَامَ بِنَا حَتَّى خَشِينَا أَنْ يَفُوتَنَا الْفَلَاحُ، قِيلَ: وَمَا الْفَلَاحُ؟، قَالَ: السُّحُورُ ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا شَيْئًا مِنْ بَقِيَّةِ الشَّهْرِ.''۔(ابن ماجہ)

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم نے رمضان کے روزے رکھے، آپ ﷺ نے ہم کو آخر کے ہفتہ میں تین طاق راتوں میں تراویح اس ترتیب سے پڑھائیں کہ پہلی رات کو اول وقت میں، دوسری رات کو نصف شب میں، پھر نصف بقیہ سے، سوال ہوا کہ اور نماز پڑھائیے! آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو امام کے ساتھ نماز ادا کرے اس کا پوری رات کا قیام ہوگا۔ پھر تیسری رات کو آخر شب میں اپنے اہل بیت کو جمع کر کے سب لوگوں کی جمعیت میں تراویح پڑھائیں، یہاں تک کہ ہم ڈرے کہ جماعت ہی میں سحری کا وقت نہ چلا جائے''۔

اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور بخاری شریف میں یہ حدیث مختصر لفظوں میں کئی جگہ نقل ہوئی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اسی ایک نماز تراویح کو رات کے تین حصوں میں پڑھایا ہے اور اس تراویح کا وقت بعد عشاء کے اخیر رات تک اپنے فعل (اسوۂ حسنہ) سے بتا دیا جس میں تہجد کا وقت آ گیا۔ پس فعل رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہوگیا کہ بعد عشاء کے آخر رات تک ایک ہی نماز ہے۔

نیز اس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے جو آپ نے فرمایا: ''**والتی تنامون عنها افضل من التی تقومون**'' ''یہ تراویح پچھلی شب میں کہ جس میں تم سوتے ہو پڑھنے بہتر ہے اول وقت پڑھنا سے''۔ معلوم ہوا کہ نماز تراویح و تہجد ایک ہی ہے اور یہی مطلب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث کا ہے۔

نیز اسی حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب باندھا ہے کہ ''**باب فضل من قام رمضان**'' اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے حدیث مذکور پر یوں باب منعقد کیا ہے: ''**باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شهر رمضان**'' اور اسی طرح امام محمد شاگرد امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ نے ''**باب قیام شهر رمضان**'' کے تحت حدیث مذکور کو نقل کیا ہے۔ ان سب بزرگوں کی مراد بھی حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تراویح ہی ہے اور اوپر مفصل گزر چکا ہے کہ اول رات سے آخر رات تک ایک ہی نماز ہے۔ اب رہا کہ ان تین راتوں میں کتنی رکعتیں پڑھائی تھیں؟ سو عرض ہے کہ علاوہ وتر آٹھ ہی رکعتیں پڑھائی تھیں۔ اس کے ثبوت میں کئی روایات صحیحہ آئی ہیں جو ہدیہ ناظرین ہیں۔

علماء وفقہائے حنفیہ نے فرمادیا کہ آٹھ رکعت تراویح سنت نبوی ہے:

(۱) علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ عمدۃ القاری (جلد: ۳/ص: ۵۹۷) میں فرماتے ہیں: ''**فان قلت لم يبين فی الروايات المذكور عدد الصلوٰة التی صلها رسول الله ﷺ فی تلك الليالی قلت رواه ابن خزيمة وابن حبان من حديث جابر قال صلی بنا رسول الله ﷺ فی رمضان ثمان ركعات ثم اوتر**'' ''اگر تو سوال کرے کہ جو نماز آپ ﷺ نے تین راتوں میں پڑھائی تھی اس میں تعداد کا ذکر نہیں تو میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے علاوہ وتر آٹھ رکعتیں پڑھائی تھیں''۔

(۲) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری (جلد: ۱/ص: ۵۹۷) میں فرماتے ہیں کہ: ''**لم اری فی شئی من طرقه بيان عدد صلوٰته فی تلك ... لكن رواه ابن خزيمة وابن حبان من حديث جابر قال صلی بنا رسول الله ﷺ فی رمضان ثمان ركعات ثم اوتر**'' ''میں نے حدیث مذکورہ بالا کی کسی سند میں یہ نہیں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے ان تین راتوں میں کتنی رکعت پڑھائی تھیں۔ لیکن ابن خزیمہ اور ابن حبان نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے علاوہ وتر آٹھ رکعت پڑھائی تھیں''۔

(۳) علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ نے نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ (جلد: ۱/ص: ۲۹۳) میں اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ ''**عنه ابن حبان فی صحيحه عن جابر ابن عبدالله انه عليه الصلوٰة والسلام صلی بهم ثمان ركعات والوتر**'' ''ابن حبان نے اپنی صحیح میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے صحابہؓ کو آٹھ رکعت اور وتر پڑھائے یعنی کل گیارہ رکعات''۔

(۴) امام محمد شاگرد امام اعظم رحمہ اللہ اپنی کتاب مؤطا امام محمد (ص: ۹۳) میں باب تراویح کے تحت فرماتے ہیں: ''**عن ابی سلمة بن عبدالرحمن انه سال عائشة كيف كانت صلوٰة رسول الله ﷺ قالت ماكان رسول الله يزيد فی رمضان ولا فی غيره علی احدی عشرة ركعة**'' ''ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے مروی ہے کہ انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز کیونکر تھی تو بتلایا رمضان وغیر رمضان میں آپ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ رمضان وغیر رمضان کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے۔ پھر امام محمد رحمہ اللہ اس حدیث شریف کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''**وبهذا ناخذ كله**'' یعنی ہمارا بھی ان سب حدیثوں پر عمل ہے، ہم ان سب کو لیتے ہیں''۔

(۵) ہدایہ جلد اول کے حاشیہ پر ہے: ''**السنة ما واظب عليه الرسول (ﷺ) فحسب فعلى هذه التعريف يكون السنة هو ذلك القدر المذكور وما زاد عليه يكون مستحبا**'' ''سنت صرف وہی ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو، پس اس تعریف کے مطابق صرف مقدار مذکور (آٹھ رکعت ہی) سنت ہوگی اور جو اس سے زیادہ ہو وہ نماز مستحب ہوگی''۔

(۶) امام ابن الہمام حنفی رحمہ اللہ فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں: ''**فتحصل من هذا كله ان قيام رمضان سنة احدى عشرة ركعة بالوتر فى جماعة فعله ﷺ**'' ''ان تمام کا خلاصہ یہ ہے کہ رمضان کا قیام (تراویح) سنت مع وتر گیارہ رکعت باجماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل (اسوۂ حسنہ) سے ثابت ہے۔

(۷) علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ اپنی کتاب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: ''**ان التراويح فى الاصل احدى عشرة ركعة فعله رسول الله ﷺ ثم تركه لعذر**'' ''دراصل تراویح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل سے گیارہ ہی رکعت ثابت ہے۔ جن کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھا بعد میں عذر کی وجہ سے چھوڑ دیا''۔

(۸) مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعلیق الممجد شرح مؤطا امام محمد میں فرماتے ہیں: ''**واخرج ابن حبان فى صحيحه عن حديث جابر انه صلى بهم ثمان ركعات ثم اوتر وهذا اصح**'' اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو علاوہ وتر آٹھ رکعتیں پڑھائیں۔ یہ حدیث بہت صحیح ہے''۔

صحابہ اور صحابیات کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں آٹھ رکعت تراویح پڑھنا:

(۹) امام محمد بن نصر مروزی نے قیام اللیل میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: ''**جاء ابى ابن كعب فى رمضان فقال يا رسول الله ﷺ كان الليلة شئ قال وما ذاک يا ابى قال نسوة دارى قلن انا لا نقرء القرآن فنصلى خلفک بصلوتک فصيلت بهن ثمان ركعات والوتر فسكت عنه شبه الرضا**'' ''ابن بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آج رات کو ایک خاص بات ہوگئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابی! وہ کیا بات ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ میرے گھرانے کی عورتوں نے کہا کہ ہم قرآن نہیں پڑھتی ہیں اس لئے تمہارے پیچھے نماز (تراویح) تمہاری اقتدا میں پڑھیں گی۔ تو میں نے ان کو آٹھ رکعت اور وتر پڑھا دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر سکوت فرمایا۔ گویا اس بات کو پسند فرمایا''۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں آٹھ رکعت (تراویح) پڑھتے تھے۔

حضرت عمر خلیفۂ ثانی رضی اللہ عنہ کی نماز تراویح مع وتر گیارہ رکعت:

(۱۰) ''**عن سائب ابن يزيد قال امر عمر ابى بن كعب وتميما الدارى ان يقوما للناس في**

رمضان احدی عشرۃ رکعۃ الخ'' ''سائب بن یزید نے کہا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور تمیم داری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ رمضان شریف میں لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھائیں''۔(مؤطاامام مالک)

واضح ہوا کہ آٹھ اور گیارہ میں وتر کا فرق ہے اور علاوہ آٹھ رکعت تراویح کے وتر ایک تین اور پانچ پڑھنے حدیث شریف میں آئے ہیں اور بیس تراویح کی روایت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں اور جو روایت ان سے نقل کی جاتی ہے وہ منقطع السند ہے۔اس لئے کہ بیس کا راوی یزید بن رومان ہے۔ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔ چنانچہ علامہ عینی حنفی وعلامہ زیلعی حنفی رحمہا اللہ عمدۃ القاری اور نصب الرایہ میں فرماتے ہیں کہ''**یزید ابن رومان لم یدرک عمر**'' ''یزید بن رومان نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا''اور جن لوگوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو پایا ہے ان کی روایات باتفاق گیارہ رکعت کی ہیں، ان میں حضرت سائب رضی اللہ عنہ کی روایت اوپر گزر چکی ہے۔

اور حضرت اعرج ہیں جو کہتے ہیں:''**کان القاری یقرء سورۃ البقرۃ في ثمانی رکعات**'' ''قاری سورہ بقرہ آٹھ رکعت میں ختم کرتا تھا''۔(موطا امام مالک) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب وتمیم داری اور سلیمان بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہم کو مع وتر گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم دیا تھا (مصنف ابن ابی شیبہ) غرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ حکم حدیث رسول اللہ ﷺ کے موافق ہے۔ لہٰذا ''**علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین**'' سے بھی گیارہ پر عمل کرنا ثابت ہوا۔

فقہاء سے آٹھ کا ثبوت اور بیس کا ضعف:

(۱۱) علامہ ابن الہمام حنفی رحمہ اللہ فتح القدیر شرح ہدایہ (جلد:۱/ص:۲۰۵) میں فرماتے ہیں بیس رکعت تراویح کی حدیث ضعیف ہے۔''**انہ مخالف للحدیث الصحیح عن ابی سلمۃ ابن عبدالرحمن انہ سال عائشۃ... الحدیث**''

''علاوہ بریں یہ (بیس کی روایت) صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے جو ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد نہ پڑھتے تھے''۔

(۱۲) شیخ عبدالحق صاحب حنفی محدث دہلوی رحمہ اللہ فتح سر المنان میں فرماتے ہیں:''**ولم یثبت روایۃ عشرین منہ ﷺ کما هو المتعارف الان الا في روایۃ ابن ابی شیبۃ وهو ضعیف وقد عارضہ حدیث عائشۃ وهو حدیث صحیح**'' ''جو بیس تراویح مشہور و معروف ہیں آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں اور جو ابن ابی شیبہ میں بیس کی روایت ہے وہ ضعیف ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث کے بھی مخالف ہے (جس میں مع وتر گیارہ رکعت ثابت ہیں)''۔

(۱۳) شیخ عبدالحق حنفی محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی کتاب: ''ماثبت بالسنۃ'' (ص:۲۱۷) میں فرماتے ہیں:''**والصحیح ماروتہ عائشۃ انہ ﷺ صلی احدی عشرۃ رکعۃ کما هو عادتہ فی قیام اللیل وروی انہ کان بعض السلف في عهد عمر ابن عبدالعزیز یصلون إحدی عشرۃ رکعۃ قصدا تشبیها برسول اللہ ﷺ**'' ''صحیح حدیث وہ ہے جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے کہ آپ گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کی قیام اللیل کی عادت تھی اور روایت

ہے کہ بعض سلف امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں گیارہ رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے تا کہ آنحضرت ﷺ کی سنت سے مشابہت پیدا کریں''۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیخ صاحب رحمہ اللہ خود آٹھ رکعت تراویح کے قائل تھے اور سلف صالحین میں بھی یہ مشہور تھا کہ آٹھ رکعت تراویح سنت نبوی ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ خود جناب پیغمبر خدا ﷺ نے آٹھ رکعت تراویح پڑھیں اور صحابہ کرام کو پڑھائیں۔ نیز ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو آٹھ رکعت تراویح پڑھائیں تو حضور اکرم ﷺ نے پسند فرمایا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مع وتر گیارہ رکعت تراویح پڑھنے کا حکم تھا اور لوگ اس پر عمل کرتے تھے نیز حضرت عمر بن عبدالعزیز کے وقت میں لوگ آٹھ رکعت تراویح پر سنت رسول سمجھ کر عمل کرتے تھے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ نے بھی مع وتر گیارہ رکعت ہی کو سنت کے مطابق اختیار کیا ہے، چنانچہ

(۱۴) علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''**احدی عشرة ركعة وهو اختيار مالك لنفسه**'' ''گیارہ رکعت کو امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے لئے اختیار کیا ہے''۔

اسی طرح فقہاء و علماء مثل علامہ عینی حنفی، علامہ زیلعی حنفی، حافظ ابن حجر، علامہ محمد بن نصر مروزی، شیخ عبدالحق صاحب حنفی محدث دہلوی، مولانا عبدالحیٔ حنفی لکھنوی رحمہم اللہ وغیرہم نے علاوہ وتر کے آٹھ رکعت تراویح کو صحیح اور سنت نبوی فرمایا ہے جن کے حوالے پہلے گزر چکے۔ اور امام محمد شاگرد رشید امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما نے تو فرمایا کہ: ''**وبهذا ناخذ كله**'' ''ہم ان سب حدیثوں کو لیتے ہیں'' یعنی ان گیارہ رکعت کی حدیثوں پر ہمارا عمل ہے۔ فالحمدللہ کہ مع وتر گیارہ رکعت تراویح کی مسنونیت ثابت ہوگئی۔

اس کے بعد سلف امت میں کچھ ایسے حضرات بھی ملتے ہیں جو بیس رکعات اور تیس رکعات اور چالیس رکعات تک بطور نفل نماز تراویح پڑھا کرتے تھے لہٰذا یہ دعویٰ کہ بیس رکعات پر اجماع ہوگیا، باطل ہے۔ اصل سنت نبوی آٹھ رکعت تراویح تین وتر کل گیارہ رکعات ہیں۔ نفل کے لئے ہر وقت اختیار ہے کوئی جس قدر چاہے پڑھ سکتا ہے۔ جن حضرات نے ہر رمضان میں آٹھ رکعات تراویح کو خلاف سنت کہنے کا مشغلہ بنالیا ہے اور ایسا لکھنا یا کہنا ان کے خیال میں ضروری ہے وہ سخت غلطی میں مبتلا ہیں بلکہ اسے بھی ایک طرح سے تلبیس ابلیس کہا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو نیک سمجھ عطا کرے۔ (آمین)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جو رات کے نوافل چار چار رکعت ملا کر پڑھنا افضل کہا ہے، وہ اسی حدیث سے دلیل لیتے ہیں۔ حالانکہ اس سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ آپ ﷺ چار چار کے بعد سلام پھیرتے۔ ممکن ہے کہ پہلے آپ ﷺ چار رکعات (دوسلام کے ساتھ) بہت لمبی پڑھتے ہوں پھر دوسری چار رکعتیں (دوسلاموں کے ساتھ) ان سے ہلکی پڑھتے ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس طرح ان چار چار رکعتوں کا علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا اور یہ بھی ممکن ہے کہ چار رکعتوں کا ایک سلام کے ساتھ پڑھنا مراد ہو۔ اسی لئے علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ: ''**واما ما سبق من انه كان يصلي مثنى مثنى ثم واحدة فمحمول على وقت آخر فالأ مران جائزان**'' ''یعنی پچھلی روایات میں جو آپ ﷺ کا دو دو رکعت پڑھنا مذکور ہوا ہے، پھر ایک رکعت وتر پڑھنا تو وہ دوسرے وقت پر محمول ہے اور یہ چار چار کر کے پڑھنا پھر تین وتر پڑھنا دوسرے وقت پر محمول ہے اس لئے ہر دو امر جائز ہیں''۔ (صحیح بخاری مترجم داؤد راز:253-257)

سنن ونوافل

نفلی روزوں کی شرعی حیثیت

شیخ عبدالجبار انعام اللہ سلفی (استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی، ممبئی)

ماہ رمضان کے فرض روزے کے علاوہ دیگر ایام میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بذات خود بکثرت روزے رکھے ہیں اور اپنی امت کے مسلمان مردوں اور عورتوں کو اس کی تلقین بھی کی ہے جنھیں شرع میں نفلی روزے کے نام سے جانا جاتا ہے۔ زیر نظر مضمون میں انہیں کی شرعی حیثیت پر بحث کی گئی ہے۔

1- شوال کے چھ روزے:

جناب عمر بن ثابت خزرجی ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد شوال میں چھ روزے رکھے اس نے گویا زندگی بھر روزے رکھے (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صوم ستة ایام من شول اتباعا لرمضان ، ح : 1164، وسنن ابی داود، کتاب الصیام، باب فی صوم ستة ایام من شوال، ح:2433)۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ یہ چھ روزے ماہ شوال میں ہونے چاہیے، خواہ اس کے شروع میں ہوں یا درمیان میں یا آخر میں۔ ایسی کوئی شرط نہیں کہ یہ رمضان سے بالکل متصل ہوں، سوائے عید کے دن کے، اگر چہ بہتر یہی ہے۔ کیونکہ الفاظ حدیث اتباع (رمضان کے بعد) کا مفہوم سبھی صورتوں کو شامل ہے۔ اور بلا فصل متصل روزے رکھنے کی صورت میں عید کا دن شامل نہیں ہے کیونکہ عید کے دن کا روزہ کسی طرح جائز نہیں۔ اور یہ سمجھنا کہ مذکورہ اجر اسے ہی ملے گا جو یہ روزے شوال کے شروع میں رکھے گا تو یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ اگر کوئی شوال کے آخر میں بھی روزے رکھ لے تو اس نے یہ (حسب الفاظ نبوی) رمضان کے بعد شوال ہی میں رکھے ہیں، اور مطالبہ بھی یہی ہے"۔ (بل الغمام:520/1)

2- ذوالحجہ کے نو روزے:

ہنیدہ بن خالد رضی اللہ عنہ اپنی بیوی سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک بیوی سے روایت کرتی ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذوالحجہ کے نو، عاشورہ محرم کا اور ہر مہینے تین دن، نیز ہر مہینے کی پہلی سوموار اور جمعرات کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ ("صحیح" سنن ابی داود، کتاب الصیام، باب فی صوم العشر ،ح:2437)

3- محرم کے روزے:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "**أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللهِ الْمُحَرَّمُ، وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ، بَعْدَ الْفَرِيضَةِ، صَلَاةُ الليل**" رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے روزے ہیں۔ اور فرضوں کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الصیام، فضل صوم المحرم، ح:1163، وسنن أبی داود، کتاب الصیام، باب فی صوم المحرم، ح:2429)۔

4۔ شعبان کے روزے:

ابوسلمہ کہتے ہیں کہ میں نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روزوں کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا: آپ اس طرح روزے رکھا کرتے تھے کہ ہم سمجھتے کہ اب نہیں چھوڑیں گے، پھر آپ چھوڑے رکھتے اور ہم کہتے کہ اب نہیں رکھیں گے۔ اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپ شعبان سے بڑھ کر کسی اور مہینے میں زیادہ روزے رکھتے ہوں، آپ چند دنوں کے علاوہ گویا سارے شعبان کے روزے رکھتے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب صیام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی غیر رمضان واستحباب ان لا یخلی شھراً عن صوم، ح:1156)۔

5۔ سوموار اور جمعرات کا روزہ:

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوموار اور جمعرات کے روزے کا اہتمام کرتے تھے۔ (جامع الترمذی، ابواب الصوم، باب ما جاء فی صوم یوم الاثنین والخمیس، ح: 745، ومسند احمد: 6/80,89,106)۔

6۔ ایام بیض کے روزے:

ابوقتادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **"ثَلَاثٌ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ فَهَذَا صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّه"** ہر مہینے تین روزے اور رمضان سے رمضان تک، یہ زمانے بھر (زندگی بھر) کے روزے ہیں۔ (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاث ایام من کل شھر، ح:1162، وسنن ابی داود، کتاب الصیام، باب فی صوم الدھر تطوعا، ح: 2425، وسنن النسائی، کتاب الصیام، باب ذکر الاختلاف علی ابی عثمان فی حدیث ابی ہریرۃ فی صیام ثلاثۃ ایام من کل شھر، ح:2410)۔

ایام بیض: ہر قمری مہینے کی وہ راتیں جو سفید، یعنی چاندنی راتیں ہوتی ہیں، ان کے دن ایام بیض کہلاتے ہیں۔ اور وہ ہر قمری مہینے کی تیرہ، چودہ پندرہ تاریخ ہے۔

7۔ نفلی روزہ ایک دن رکھنا اور ایک دن افطار کرنا افضل ہے:

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **"لاَ صَوْمَ فَوْقَ صَوْمِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ شَطْرَ الدَّهْرِ، صُمْ يَوْمًا، وَأَفْطِرْ يَوْمًا"** داود علیہ السلام کے روزوں سے بڑھ کر کوئی روزہ نہیں، آدھی زندگی کے روزے، لہٰذا تم ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطا کرو۔ (صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم داود، ح:1980)۔

8۔ یوم عرفہ اور عاشوراء کے روزے کی فضیلت:

ابوقتادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **"صِيام يَوْمِ عَرَفَةَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ، وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ، وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَه"** یوم عرفہ کے روزے کے متعلق مجھے اللہ سے امید ہے کہ یہ اپنے سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد (کے گناہوں) کے لئے کفارہ ہوگا۔ اور یوم عاشورہ کے روزے کے متعلق مجھے اللہ سے امید ہے کہ یہ پچھلے سال (کے گناہ) کے لئے کفارہ ہوگا۔ (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شھر وصوم یوم عرفۃ وعاشوراو الاثنین والخمیس، ح:1162)۔

مکروہ روزے:

صوم دہر(یعنی ہمیشہ لگاتار روزے رکھنا):

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو میرے بارے میں اطلاع ملی کہ میں مسلسل روزے رکھتا ہوں اور رات بھر نماز پڑھتا ہوں۔ مجھے آپ نے بلوایا، یا میں خود آپ سے ملا۔ آپ نے فرمایا: **"أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ وَلَا تُفْطِرُ، وَتُصَلِّي؟ فَصُمْ وَافْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ، فَإِنَ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَظًّا وَإِنَّ نفسكَ وَ أَهْلِكَ عَلَيْكَ حَظًّا"** مجھے کیا خبر ملی ہے کہ تم روزے ہی رکھے جاتے ہو، افطار نہیں کرتے اور نماز ہی پڑھتے رہتے ہو؟ روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو۔ قیام بھی کرو اور سویا بھی کرو۔ تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے تمہاری جان کا اور گھر والوں کا تم پر حق ہے۔ میں نے عرض کیا میں بلاشبہ اس کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: **"فَصم صِيَامَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ"** داود علیہ السلام کا روزہ اختیار کرو۔ میں نے دریافت کیا وہ کیسے؟ فرمایا: **"كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا، وَلا يَفِرُّ إِذَا لاقَى"** ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے، اور دشمن سے مڈبھیڑ کے وقت بھاگنے والے نہ تھے۔ میں نے کہا: میرے لئے اس (نہ بھاگنے کی خصلت) کا کون ضامن ہے؟ اے اللہ کے نبی! پھر نبی ﷺ نے فرمایا: **"لَاصَامَ مَنْ صَامَ الأَبَدَ"** جن سے ہمیشہ کا روزہ رکھا اس نے کوئی روزہ نہیں رکھا (یہ آپ نے تین بار فرمایا)۔ (صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب حق الاھل فی الصوم، ح:1977)۔

صرف جمعے کے دن کا روزہ:

محمد بن عباد کہتے ہیں کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی ﷺ نے جمعے کے دن کا روزے سے منع کیا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں ابو عاصم کے علاوہ کسی دوسرے راوی نے کہا: یعنی اکیلا جمعے کے دن کا روزہ۔ (صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم الجمعۃ واذا اصبح صائما یوم الجمعۃ فعلیہ ان یفطر، ح:1984) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے: **"لَا يَصُومَنَّ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الجَمْعَةِ إِلَّا يَوْمًا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ"** تم میں سے کوئی شخص (محض) جمعے کے دن کا روزہ نہ رکھے مگر اس طرح کہ اس سے پہلے یا اس کے بعد بھی ایک دن روزہ رکھے۔ (صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم الجمعۃ واذا اصبح صائما یوم الجمعۃ فعلیہ ان یفطر، ح: 1985)۔

ہفتے کے دن کا روزہ:

صماء بنت بسر سلمی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **"لا تصُومُوا يَوْمَ السَّبْتِ إِلَّا فِي مَا افْتُرِضَ عَلَيْكُمْ، وَإِنْ لَمْ يَجِدْ أَحَدُكُمْ إِلَّا لِحَاءَ عِنَبَةٍ أَوْ عُودَ شَجَرَةٍ فَلْيَمْضَغْه"** ہفتے کے دن کا روزہ مت رکھو، سوائے اس کے جو تم پر فرض کیا گیا ہے، اگر اس دن کسی کو صرف انگور کا چھلکا ملے یا کسی درخت کی کوئی شاخ میسر آئے تو اسے ہی چبا لے۔ (سنن ابی داود، کتاب الصیام، باب النہی ان یخص یوم السبت بصوم، ح:2421)۔

جن دنوں کا روزہ حرام ہے:

عید کے دن کا روزہ: قزعہ سے روایت ہے کہ میں نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث سنی جو مجھے بہت بھلی معلوم

ہوئی، میں نے ان سے پوچھا: کیا یہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنی ہے؟ تو انھوں نے کہا: کیا میں رسول کی نسبت ایسی بات کہوں گا جو میں نے نہیں سنی؟ میں نے آپ سے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے: "**لا يصلح الصيام في يومين : يوم الاضحى، ويوم الفطر من رمضان**" دو دن ایسے ہیں کہ ان میں روزہ رکھنا درست نہیں عید الاضحیٰ کے دن اور رمضان کے بعد عید الفطر کے دن۔ (صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم الفطر، ح:1991)۔

ایام تشریق (11، 12، 13 ذوالحجہ کے دن) کے روزے:

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے فرزند اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں (کعب بن مالک) اور اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ کو تشریق کے دنوں میں یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا: "جنت میں مومن کے علاوہ اور کوئی داخل نہیں ہوگا اور منی کے دن کھانے پینے کے دن ہیں۔ (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب تحریم صوم ایام التشریق، و بیان انہا ایام اکل وشرب و ذکر اللہ عزوجل، ح:1142)۔

منی کے دن سے مراد یہی یوم النحر (قربانی کا پہلا دن) اور اس کے بعد تشریق کے دن ہیں، یعنی گیارہ، بارہ، تیرہ ذوالحجہ۔

حج تمتع والا قربانی کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اسے ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت ہے: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے، سوائے اس شخص کے جو قربانی نہ کر سکتا ہو۔ (صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صیام ایام تشریق، ح:1997،1998)۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ جو شخص حج میں تمتع کرے اور قربانی کی (استطاعت) نہ پائے تو یوم عرفہ تک روزہ رکھ لے۔ اگر نہ رکھ سکا ہو تو منی کے دنوں میں رکھ لے، عائشہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صیام ایام تشریق، ح1999)۔

شک کے دن کا روزہ رکھنا:

جناب صلہ سے روایت ہے کہ ہم عمار رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ ان کے پاس بکری کا بھنا ہوا گوشت لایا گیا، انھوں نے کہا: کھاؤ، تو ایک آدمی ایک طرف ہو گیا اور بولا کہ میں روزے سے ہوں۔ عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: جس نے شک کے دن کا روزہ رکھا، اس نے ابو القاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔ (صحیح سنن ابی داود، کتاب الصیام، باب کراھیۃ صوم یوم الشک:2334)۔

رمضان کے استقبالی روزے:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "**لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمَهُ فَلْيَصُمْ ذَلِكَ الْيَوْمَ**" تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک یا دو دن پہلے ہرگز روزہ نہ رکھے مگر اس صورت میں کہ کوئی اس دن کا روزہ رکھا کرتا ہو تو رکھ لے (صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب لا تقدم رمضان بصوم یوم ولا یومین، ح:1914)۔

أحكام شريعت

اعتکاف کیا ہے؟

شیخ مقصود الحسن فیضی (الغاط، سعودی عرب)

رمضان المبارک اور بالخصوص اس کے آخری عشرہ کے اعمال میں سے ایک اہم عمل اعتکاف بھی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے تھے۔

اعتکاف کا معنی:

اعتکاف کا معنی لغت میں ٹھہرنا، جمے رہنا اور کسی مقام پر اپنے آپ کو روکے رکھنا ہے، شرعی اعتکاف بھی اسی معنی میں ہے کہ اللہ تعالی کا تقرب حاصل کرنے کے لئے مخصوص طریقے پر مسجد میں ٹھہرنا۔

اعتکاف کی حکمت:

اعتکاف کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ ہر طرف سے یکسو ہو کر اور سب سے منقطع ہو کر بس اللہ تعالی سے لو لگا کے اس کے در پے یعنی مسجد کے کسی کونے میں پڑ جائے، سب سے الگ تنہائی میں اس کی عبادت اور اس کے ذکر و فکر میں مشغول رہے، اس کو دھیان میں رکھے، اس کی تسبیح وتہلیل وتقدیس میں مشغول رہے، اس کے حضور توبہ واستغفار کرے، اپنے گناہوں اور کوتاہیوں پر روئے، اس کی رضا اور قرب چاہے اور اسی حال میں اس کے دن گزریں اور اس کی راتیں بسر ہوں، ظاہر ہے اس کام کے لئے رمضان المبارک اور خاص کر اس کے آخری عشرہ سے بہتر اور کون سا وقت ہو سکتا ہے، اسی لئے اعتکاف کے لئے اس کا انتخاب کیا گیا۔

اعتکاف کا حکم:

اعتکاف کی مشروعیت قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے، چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَعَهِدْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِـۧمَ وَإِسْمَـٰعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِينَ وَٱلْعَـٰكِفِينَ وَٱلرُّكَّعِ ٱلسُّجُودِ﴾ [البقرۃ:۱۲۵] " اور ہم نے ابراہیم و اسماعیل [علیہما السلام] کو تاکید کی کہ وہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے صاف ستھرا رکھیں"۔

نیز روزے کے احکام کے ضمن میں فرمایا: ﴿وَلَا تُبَـٰشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَـٰكِفُونَ فِى ٱلْمَسَـٰجِدِ﴾ [البقرۃ: ۱۸۷] " اور اگر تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو تو پھر اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو"۔

متعدد حدیثیں اس سلسلے میں وارد ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے تھے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے رہے اور آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات نے اعتکاف کیا۔

{ صحیح البخاری:2026، الاعتکاف-صحیح مسلم:1172، الصیام}۔

حتی کہ امام زہری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بڑا عجیب معاملہ ہے کہ مسلمانوں نے اعتکاف کی سنت کو چھوڑ دیا ہے حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب سے مدینہ منورہ تشریف لائے آپ نے اعتکاف کبھی نہیں چھوڑا۔حتی کہ اپنی عمر عزیز کے آخری سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے دو عشروں کا اعتکاف کیا، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے تھے، البتہ جس سال آپ کا انتقال ہوا اس سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا۔

{ صحیح بخاری : 2044، الاعتکاف، صحیح ابن خزیمہ : 2221 ،سنن ابوداود:2466،الاعتکاف}۔

ان آیتوں اور حدیثوں اور اسی طرح کے دیگر نصوص کی روشنی میں اہل سنت و جماعت کے نزدیک مرد و زن ہر ایک کے لئے اعتکاف سنت ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ رمضان کے آخری عشرہ کی یہ ایک تاکیدی سنت ہے تو شاید بے جا نہ ہوگا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برابر اعتکاف کیا ہے حتی کہ اگر کبھی کسی وجہ سے یہ اعتکاف چھوٹ گیا تو آپ نے اس کی قضا کی ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کا ارادہ فرمایا تو ہم نے بھی آپ کے ساتھ اعتکاف کی اجازت چاہی، آپ نے مجھے اجازت دے دی تو میں نے اپنے لئے گنبد نما ایک خیمہ مسجد میں نصب کرلیا، پھر جب حضرت حفصہ نے سنا تو انہوں نے بھی اپنے لئے ایک خیمہ نصب کرلیا، اور حضرت زینب نے سنا تو انہوں نے بھی اپنے لئے ایک خیمہ نصب کرلیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب چار خیموں کو دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے؟ آپ کو حقیقت حال سے آگاہ کردیا گیا تو آپ نے فرمایا انہیں اس امر پر کس چیز نے ابھارا ہے؟ کیا نیکی نے؟ [ہرگز نہیں، اس کا سبب تو محض غیرت ہے] لہذا انہیں اکھاڑ پھینکو، میں انہیں نہ دیکھوں، چنانچہ خیمے اکھاڑ دئے گئے [جن میں آپ کا خیمہ بھی تھا] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رمضان میں تو اعتکاف نہیں کیا البتہ شوال کے آخری عشرے اس اعتکاف کی قضا کی۔

{ صحیح بخاری:2040،الاعتکاف،صحیح مسلم:1183،الاعتکاف}۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے تھے لیکن ایک سال کسی سفر کی وجہ سے اعتکاف نہ کرسکے تو آئندہ رمضان کے بیس دن کا اعتکاف کیا۔

{سنن ترمذی:803،الصوم،صحیح ابن خزیمہ:2226،الصوم}۔

غیر رمضان میں اعتکاف:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف رمضان کا اعتکاف ثابت ہے، بغیر کسی عذر کے آپ نے غیر رمضان میں اعتکاف نہیں کیا ہے، لیکن ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک رات کا اعتکاف کروں گا، اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرو۔{ صحیح بخاری : 2032،الاعتکاف، صحیح مسلم :1656، الایمان ، بروایت ابن عمر}۔

اس لئے غیر رمضان میں بھی اعتکاف مستحب اور سنت ہے، البتہ رمضان اور خصوصا رمضان کے آخری عشرہ میں اس کی تاکید ہے۔

اعتکاف کی مدت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں کم از کم ایک عشرے کا اعتکاف کیا، اس لئے افضل و بہتر یہی ہے کہ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا جائے لیکن اگر کسی کے حالات ساتھ نہ دیتے ہوں تو وہ سات دن، پانچ دن یا صرف طاق راتوں کا اعتکاف کرے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں صحابہ نے رمضان کی سات درمیانی راتوں کا اعتکاف کیا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ” **من كان منكم متحريا فليتحرها فى السبع الاواخر**“ ”جو شخص شب قدر کو تلاش کرنا چاہتا ہے وہ آخری سات راتوں میں تلاش کرے“۔ {صحیح ابن خزیمہ:2222،الصوم}۔

نیز عبداللہ بن انیس الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول میں صحرا میں رہائش پذیر ہوں اور الحمد للہ وہاں نماز [تراویح] کا اہتمام کرتا ہوں [البتہ میں یہ چاہتا ہوں کہ شب قدر کے حصول کے لئے اعتکاف کروں تو] آپ مجھے کسی ایسی رات کے بارے میں بتلائیے جس رات اس مسجد میں آکر عبادت کروں [اعتکاف کروں] تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیئس کی شب کو آجانا۔

راوی حدیث محمد بن ابراہیم کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن انیس کے بیٹے سے سوال کیا کہ تمہارے والد کس طرح کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ عصر کی نماز کے بعد مسجد نبوی میں داخل ہوجاتے اور کسی بھی غیر ضروری کام کے لئے مسجد سے باہر نہ نکلتے، یہاں تک کہ جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو اپنی سواری مسجد کے دروازے پر موجود پاتے اور اس پر سوار ہوکر پھر صحرا میں چلے جاتے۔

{سنن ابوداود:1380،الصلاۃ،صحیح ابن خزیمہ:2200،الصیام}۔

اعتکاف کی شرطیں:

1) مسلمان ہو: کافر ومشرک کا اعتکاف صحیح نہیں ہے۔

2) عاقل ہو: مجنون و پاگل کا اعتکاف صحیح نہیں ہے۔

3) تمیز ہو: غیر ممیز بچوں کا اعتکاف صحیح نہیں ہے۔

4) مسجد میں ہو: مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ اعتکاف صحیح نہ ہوگا، یہ حکم مرد وعورت دونوں کیلئے ہے۔

5) طہارت: حیض ونفاس اور جنابت کی حالت میں اعتکاف صحیح نہ ہوگا۔

6) شوہر کی اجازت: بغیر شوہر کی اجازت کے اعتکاف صحیح نہ ہوگا۔

7) روزہ: بہت سے علماء کے نزدیک بغیر روزہ کے اعتکاف صحیح نہ ہوگا۔

اعتکاف کا وقت:

اعتکاف کے لئے ضروری ہے جس دن کا اعتکاف کرنا چاہتا ہے اس دن کی رات آنے سے قبل مسجد میں داخل ہوجائے مثلا اگر رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنا چاہتا ہے تو بیسویں رمضان کا سورج غروب ہونے سے قبل مسجد میں داخل ہوجائے، البتہ اپنے معتکف یعنی جائے اقامت میں اکیسویں کی صبح کو داخل ہو،

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول رہا ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے، میں آپ کے لئے ایک خیمہ نصب کردیتی جس میں آپ صبح کی نماز کے بعد داخل ہوتے۔

{صحیح بخاری:2033،الاعتکاف،سنن ابوداود:2464،الصوم}۔

اعتکاف سے نکلنے کا وقت:

اعتکاف سے باہر آنے کا ایک وقت جواز کا ہے اور دوسرا استحباب کا، جواز کا وقت یہ ہے کہ اگر رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کیا ہے تو شوال کا چاند نکلتے ہی اپنا اعتکاف ختم دے اور گھر واپس آجائے کیونکہ شوال کا چاند دکھائی دیتے ہی رمضان کا مہینہ ختم ہوجاتا ہے، اور مستحب وقت یہ ہے کہ عید کی صبح کو اپنی جائے اعتکاف سے باہر آئے اور سیدھے عیدگاہ جائے ،بعض صحابہ وتابعین کا عمل یہی رہا ہے چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے بعض اہل علم کو دیکھا ہے کہ جب وہ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے تو اپنے گھر عید کی نماز پڑھ لینے کے بعد آتے۔{موطا:1/315،کتاب الاعتکاف}۔

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اسی مسلک کو اختیار کیا ہے اور بطور دلیل یہ حدیث پیش کی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے درمیانی عشرے کا اعتکاف کیا اور جب اکیسویں کی صبح ہوئی جس صبح کو اپنے اعتکاف سے باہر آتے تھے فرمایا: **"من اعتكف معنا فليعتكف فى العشر الاوخر"** جس نے ہمارے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ آخری عشرے کا بھی اعتکاف کرے۔

{صحیح ابن خزیمہ:3/352، 354 نیز دیکھئے صحیح بخاری:2027، الاعتکاف، بروایت ابوسعید الخدری}۔

اعتکاف کس مسجد میں:

اعتکاف ہر مسجد میں کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ اس میں جماعت کا اہتمام ہوتا ہو، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَلَا تُبَٰشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَٰكِفُونَ فِى ٱلْمَسَٰجِدِ﴾ [البقرة: ۱۸۷]" اور اگر تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو تو پھر اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو"۔

آیت مذکورہ میں اللہ تعالی نے مسجد کو عام رکھا ہے، کسی خاص قسم کی مسجد سے مقید نہیں کیا ہے، نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ اعتکاف کرنے والے کے لئے سنت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مریض کی زیارت کو جائے، نہ جنازے میں شریک ہو، نہ عورت سے صحبت کرے اور نہ ہی اس سے مباشرت کرے اور نہ ہی کسی غیر ضروری کام کے لئے باہر نکلے، اور اعتکاف بغیر روزہ کے نہیں ہے اور اعتکاف اسی مسجد میں کیا جائے گا جس میں جماعت کا اہتمام ہو۔{سنن ابوداود:2473،الصیام}۔

اس لئے اعتکاف کے لئے تین مسجدوں کو خاص کرنا جیسا کہ عصر حاضر کے بعض اہل علم کا خیال ہے صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس سلسلے میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی جو حدیث نقل کی جاتی ہے وہ ضعیف اور شاذ ہے، نیز یہ ایسا مسئلہ ہے جس پر امت کے کسی امام یا عالم نے عمل نہیں کیا ہے، اس موضوع پر ایک مختصر اور جامع بحث مختصر قیام رمضان از علامہ البانی رحمہ اللہ کے ترجمے مطبوعہ میں دیکھی جاسکتی ہے، یا مندرجہ ذیل ویب سائٹ سے بھی مطالعہ

کیا جا سکتا ہے:

http//:www.islamidawah.com/Bennar.php?ads=go&BennarID=1501

اعتکاف کے منافی کام:

1) ضرورت کے بغیر مسجد سے باہر نکلنا۔

2) عورت سے صحبت کرنا۔

3) عورت سے بشہوت مباشرت کرنا۔

4) قصداً منی خارج کرنا۔ [ان تمام امور سے اعتکاف باطل ہوجائے گا، اسی طرح عورت کو حیض و نفاس کا خون آجائے تو اعتکاف باطل ہوجائے گا، نیز اسلام سے ارتداد سے بھی اعتکاف باطل ہوجاتا ہے، اور اگر کوئی شخص اعتکاف کی نیت توڑ دے تو یہ بھی اعتکاف کے بطلان کا موجب ہے]۔

5) ہر وہ کام جو شرع کی نظر میں منع ہے وہ اعتکاف کے بھی منافی ہے، جیسے جھوٹ، غیبت وغیرہ۔

6) ہر وہ کام جو عبادت کے منافی ہے، جیسے خرید وفروخت میں مشغولیت، بلاوجہ کی گپ شپ، یہ بھی حالت اعتکاف کے منافی ہے، ان امور سے اعتکاف باطل تو نہیں ہوتا البتہ اعتکاف کا مقصد فوت ہوجاتا ہے۔

7) بعض وہ عبادتیں جو فرض عین نہیں ہیں جیسے مریض کی زیارت، نماز جنازہ اور دفن وغیرہ کے لئے بھی نکلنا جائز نہیں ہے، البتہ راستہ چلتے کسی مریض کی خیریت پوچھ لینا جائز ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم چلتے ہوئے بیمار پرسی کر لیتے تھے اس کے لئے ٹھہرتے نہیں تھے۔ {سنن ابوداود:2472، الصوم}۔

8) ہر وہ کام جو انسان کی فطری ضرورت ہے جیسے قضائے حاجت، کھانا پینا، نہانا، اگر کوئی مددگار نہیں ہے تو کھانے کی چیزیں باہر سے خریدنے وغیرہ کے لئے مسجد سے باہر نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اعتکاف کی حالت میں جائز کام:

1) مسجد میں کھانا پینا۔

2) اچھے کپڑے پہننا اور خوشبو لگانا۔

3) ناخن تراشنا اور حجامت بنوانا۔

4) جمعہ کے لئے جانا، بلکہ جمعہ کے لئے جانا واجب ہے۔

5) اگر جنازہ کی نماز مسجد میں پڑھی جارہی ہے تو اس میں شریک ہونا۔

6) کسی مریض کا گھر مسجد سے لگ کر ہے تو مسجد میں رہ کر بیمار پرسی کرنا۔

7) بالوں میں تیل کنگھی کرنا، بلکہ عورت بھی اپنے شوہر کے بالوں میں کنگھی کرسکتی ہے خواہ اس کے لئے اعتکاف کرنے والے کو اپنا سر باہر کرنا پڑے۔ {صحیح بخاری:2029، الاعتکاف صحیح مسلم:297}۔

8) اپنے اہل خانہ سے بات کرنا اور بعض گھریلو مسائل پر گفتگو کرنا۔ {صحیح بخاری:2038، الاعتکاف}۔

9) بغیر شہوت کے اپنی بیوی کو چھونا۔

10) خرید وفروخت سے متعلق بعض ضروری ہدایات دینا۔

11) زیارت کرنے والوں سے خیر خیریت پوچھنا، البتہ دیر تک گپ شپ میں مشغول ہونا مناسب نہیں ہے۔

فقہ الزکاۃ

کاغذی کرنسیوں اور زیورات کی زکاۃ

شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی (داعی وباحث صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی)

کاغذی کرنسیوں کی زکاۃ

کاغذی (اور دھاتی) کرنسیوں کی کیفیت:

موجودہ دور میں سونے چاندی سے لین دین کا طریقہ تقریباً بالکلیہ ختم ہو چکا ہے، اور لوگ ان کے بدلے ممالک میں رائج کاغذی کرنسیوں (نوٹوں) کے ذریعہ کاروباری اور دیگر لین دین کے معاملات کرنے لگے ہیں، اس لئے اہل علم کے مابین اس سلسلہ میں خاصا اختلاف ہے کہ ان کاغذوں کی کیفیت اور حیثیت کیا ہے؟ چنانچہ ان کی کیفیت کے سلسلہ میں متاخرین فقہاء امت کی حسب ذیل پانچ رائیں ہیں:

۱۔ یہ کاغذی نوٹ، جاری کرنے والوں کی طرف سے قرض کی رسیدیں ہیں۔

۲۔ یہ کاغذی نوٹ، تجارتی اموال اور سامانوں میں سے ایک مال اور سامان ہیں۔

۳۔ یہ کاغذی نوٹ، سونے اور چاندی کے علاوہ سے بنائے گئے سکوں کے مشابہ ہیں، جیسے تانبے، پیتل وغیرہ کے سکے ہوا کرتے ہیں۔

۴۔ یہ کاغذی نوٹ، سونے چاندی سے نکلے ہیں اور ان کا بدل ہیں۔

۵۔ یہ کاغذی نوٹ، سونے چاندی کے مثل ایک مستقل کرنسی ہیں۔

سعودی عرب کے کبار علماء بورڈ کی اکثریت نے آخری کیفیت کو قریب تر اور مناسب قرار دیا ہے۔

(دیکھئے: أبحاث ہیئۃ کبار العلماء (1/53) و (1/88)، قرار نمبر (10) بتاریخ 17/8/1393ھ۔ نیز، ڈاکٹر یوسف قرضاوی کی بھی یہی رائے ہے۔ نیز دیکھئے: صحیح فقہ السنۃ وأدلتہ وتوضیح مذاہب الأئمۃ: 2/20)۔

کاغذی کرنسیوں (نوٹوں) کا نصاب:

اب ان کرنسیوں کے نصاب کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ آیا ان کا نصاب چاندی کا نصاب ہوگا یا سونے کا نصاب؟ یعنی زکاۃ نکالنے میں چاندی کے نصاب کا اعتبار کیا جائے گا یا سونے کے نصاب کا؟

۱۔ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ ان کی زکاۃ چاندی کے نصاب کے اعتبار سے نکالی جائے گی، کیونکہ چاندی کا نصاب متفق علیہ ہے، نیز اس لئے کہ چاندی کے نصاب کا اعتبار کرنا فقراء ومحتاجوں کے حق میں زیادہ نفع بخش ہے۔

۲۔ اور بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ ان کی زکاۃ سونے کے نصاب کے اعتبار سے نکالی جائے گی، کیونکہ عہد نبوی اور اس کے بعد کے ادوار میں چاندی کی قیمت میں خاصی تبدیلی آچکی ہے، بلکہ اس کی قیمت وحیثیت نہایت معمولی رہ گئی ہے، اس کے برخلاف سونے کی قیمت بڑی حد تک ثابت اور باقی ہے، نیز اس

لئے بھی کہ سونے کا نصاب دیگر اموال زکاۃ کے نصاب سے قریب ہے، جیسے پانچ اونٹ، اور چالیس بکریاں وغیرہ، بھلا یہ کیونکر معقول ہوسکتا ہے کہ شریعت چار اونٹ اور انتالیس بکریوں کے مالک کو فقیر قرار دیکر اُس پر زکاۃ فرض نہ کرے اور چاندی کے نصاب کے بقدر روپیوں کے مالک کو مالدار قرار دیکر اُس پر زکاۃ فرض کرے، جس سے ایک بکری بھی نہیں خریدنا ممکن نہیں؟؟

اور یہی موقف زیادہ موزوں، بہتر اور مبنی برعدل ہے۔

(جیسا کہ شیخ ابومالک کمال بن السید سالم نے ذکر کیا ہے، دیکھئے: صحیح فقہ السنۃ وأدلتہ وتوضیح مذاہب الأئمۃ: 2/ 23، نیز دیکھئے: فقہ الزکاۃ للقرضاوی: 1/ 263، والفقہ الاسلامی وأدلتہ للزحیلی: 3/ 1834)۔

۳۔ جبکہ بعض اہل علم کی ایک تیسری رائے یہ ہے کہ ان کی زکاۃ سونے چاندی دونوں میں سے کم تر نصاب کے اعتبار سے نکالی جائے گی، یعنی سونے کے نصاب کی قیمت اور اسی طرح چاندی کے نصاب کی قیمت کا حساب کیا جائے گا اور دونوں میں سے کم تر نصاب کا اعتبار کر کے کاغذی کرنسی سے زکاۃ نکالی جائے گی۔ کیونکہ ایسا کرنا فقراء کے حق میں بہتر ہوگا، زکاۃ دینے والا بھی بری الذمہ ہوجائے گا، اور مذکورہ دونوں اقوال میں تطبیق بھی ہوجائے گی۔

اس رائے کو عبداللہ بن منصور الغفیلی نے اپنی کتاب میں راجح قرار دیا ہے، لیکن ساتھ ہی حاشیہ میں اس سے عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ کاغذی کرنسیوں کے نصاب میں سونے اور چاندی کے نصاب کی درمیانی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا، تو ایک بہتر بات ہوگی، لیکن میرے علم کے مطابق موجودہ دور کے فقہاء میں سے یہ بات کسی نے نہیں کہی ہے، لہٰذا مسئلہ ابھی مزید غور وتامل کا متقاضی ہے۔ (دیکھئے: نوازل الزکاۃ ''دراسۃ فقہیۃ تاصیلیۃ لمستجدات الزکاۃ'' (ص: 161-162)۔

کاغذی کرنسیوں کی زکاۃ اور اس کے شرائط:

چونکہ کاغذی کرنسیاں سونے چاندی کی طرح مستقل بالذات کرنسیاں اور مال ہیں، اور ان سے وہ سارے مالی معاملات انجام پاتے ہیں، جو سونے چاندی یعنی درہم ودینار سے انجام پاتے ہیں، لہٰذا ان کی حیثیت سونے چاندی جیسی ہے، اور جب یہ سونے کے نصاب کو پہنچ جائیں تو مطلوبہ شرائط کے ساتھ ان کی زکاۃ نکالنا فرض ہے، کیونکہ اللہ کا فرمان عام اور شامل ہے:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا﴾[التوبۃ: ۱۰۳]

''آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے، جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کردیں''۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ارشاد عام اور شامل ہے:

''...فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ،...''۔ (صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب لاتؤخذ کرائم أموال الناس فی الصدقۃ: 2/ 119، حدیث: 1458، وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدعاء إلی الشہادتین وشرائع الاسلام: 1/ 51، حدیث: 19)۔

''اور اس میں ادنیٰ شک نہیں موجودہ کاغذی نوٹ، کرنسیاں مال ہیں، بلکہ تمام تر لین دین کے معاملات وہی اصل اور

متداول ہیں"۔(دیکھئے: أبحاث ہیئۃ کبار العلماء: 1/88، والشرح الممتع لابن عثیمین،4/99،ومجموع فتاوی ابن باز:14/125)۔

اور کاغذی کرنسیوں میں وجوب زکاۃ کی وہی شرطیں ہیں جو سونے چاندی میں وجوب زکاۃ کی شرطیں ہیں، یعنی مالک نصاب ہونا، یعنی (92) گرام سونے کے برابر ہونا اور اس پر ایک ہجری سال گزرنا، اور جب یہ دونوں شرطیں پائی جائیں تو دسویں کے چوتھائی حصہ (2.5%) کے حساب سے زکاۃ نکالی جائے گی، جیسا کہ سونے چاندی کے ضمن میں تفصیلات گزر چکی ہیں۔

زیورات کی زکاۃ:

سونے چاندی کے مباح اور پہنے جانے والے زیورات میں زکاۃ کا حکم:

اس مسئلہ میں سلف تا خلف اہل علم کا اختلاف رہا ہے، اور اس سلسلہ میں ان کی تقریبا چار رائیں [1] پائی جاتی ہیں، جن میں مشہور اقوال اور رائیں حسب ذیل دو ہیں:

[1] (دیکھئے: سبل السلام:1/533، وجامع احکام النساء لمصطفی العدوی: 2/144)۔

پہلی رائے: یہ ہے کہ عورت کے پہنے جانے والے زیورات میں زکاۃ نہیں ہے:

یہ صحابۂ کرام میں عبد اللہ بن عمر، جابر بن عبد اللہ، انس بن مالک، عائشہ صدیقہ اور اسماء بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم اور چند تابعین سمیت، جمہور اہل علم کی رائے ہے۔(المغنی لابن قدامۃ: 3/41، والمجموع شرح المہذب:6/33، وبدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد: 2/11، وجامع ترمذی:3/20)۔

نیز زکاۃ ان مالوں میں واجب ہوتی ہے جن میں نمو اور بڑھوتری ہوتی ہو، یا جن میں تجارت وغیرہ کی جائے، جبکہ پہننے والے زیورات تجارت کے لئے ہیں' نہ ان میں تجارت کی جاتی ہے، نہ بڑھوتری ہوتی ہے، لہٰذا ان کی حیثیت پہنے اور استعمال کئے جانے والے کپڑوں جیسی ہے' جن میں زکاۃ نہیں ہوتی۔ زیورات میں زکاۃ کے وجوب کی صورت میں زکاۃ ادا کرتے کرتے ایک دن زیوارت ختم ہوجائیں گے۔

(لیکن فی الواقع بات ایسی نہیں ہے، بلکہ زیورات اگر نصاب سے ایک گرام بھی کم ہوں گے تو زکاۃ کا وجوب ختم ہوجائے گا، اور معتدل زینت کے لئے اتنی مقدار سونا کم نہیں! جبکہ چاندی کے زیورات اس کے علاوہ ہیں۔ دیکھئے: مجموع فتاوی ورسائل العثیمین:18/310)۔

ان آثار اور تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ زیورات میں زکاۃ واجب نہیں ہے۔

دوسری رائے: یہ ہے کہ سونے چاندی کے زیورات میں مطلق طور پر زکاۃ واجب ہے' خواہ وہ پہننے کے لئے ہوں، یا ذخیرہ (بیلنس) کرنے کے لئے، یا تجارت وغیرہ کے لئے۔

یہ صحابۂ کرام میں عبد اللہ بن مسعود، عمر فاروق، عبد اللہ بن عمرو، اور ایک روایت کے مطابق عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کی رائے ہے۔(دیکھئے: جامع احکام النساء للعدوی:2/143-159)۔

وجوب کے دلائل:

۱- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ

وَلَا يُنفِقُونَهَا فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ﴾[التوبۃ: ۳۴]

”اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے“، میں کنز کی تفسیر:

ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سونے کے کچھ زیورات پہنتی تھی، چنانچہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ کنز ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو زکاۃ کی ادائیگی کے نصاب کو پہنچے اور اس کی زکاۃ نکالی جائے، وہ کنز نہیں ہے۔(سنن أبي داود:2/ 95، حدیث: 1564، والمستدرک علی الصحیحین للحاکم:1/ 547، حدیث:1438، حدیث حسن ہے، دیکھئے: صحیح أبي داود - الأم :5/ 284، حدیث :1397، وسلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ :2/ 100، حدیث:559، وصحیح الجامع:2/ 978، حدیث:5582)۔

۲- زیورات میں زکاۃ کے وجوب اور عدم ادائیگی پر وعید کے سلسلہ میں کئی خاص احادیث وارد ہیں جیسے کنگن [1]، کڑوں [2] کی زکاۃ سے متعلق سوال۔

[1] (سنن أبي داود، کتاب الزکاۃ، باب الکنز ما ھو وزکاۃ الحلی:2/ 95، حدیث:1563، وسنن النسائی، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الحلی :5/ 38، حدیث:2479، یہ حدیث حسن ہے، دیکھئے: صحیح أبي داود- الأم:5/ 283، حدیث:1396)۔

[2] (مسند أحمد طبع الرسالۃ:11/ 248، حدیث :6667، دیکھئے: صحیح الترغیب والترھیب:1/ 471، حدیث:768)۔

اسی طرح صحابہ کے کئی آثار ہیں جیسے:

عبد اللہ بن مسعود، عمر بن الخطاب، عبد اللہ بن عمرو، عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

۳- زیورات میں زکاۃ کے وجوب اور ادائیگی کی عملی دلیل:

شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو بیان کرتے ہوئے سنا: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک طوق لے کر آئی جو ستر (۷۰) مثقال سونے کا تھا، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ اس طوق میں سے اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ فرض زکاۃ لے لیجئے۔ بیان کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس میں سے (1.75 مثقال) یعنی پونے دو مثقال زکاۃ لے لی اور اسے بھیج دیا... میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں اپنی ذات کے لئے اس بات سے خوش ہوں جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ راضی ہیں۔(جزء فیہ أحادیث ابن حیان المعروف بأبي الشیخ الاصبھانی، لابن مردویہ:ص:83، حدیث:30، یہ حدیث صحیح ہے، اسے محدث عصر علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے:سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ:6/ 1183، حدیث:2978)۔

۵۔ زیورات میں زکاۃ کے وجوب پر صحابہ کرام کے آثار: راجح:

مسئلہ میں اہل علم کے دونوں اقوال اور ان کے دلائل کا جائزہ لینے سے جو بات راجح معلوم ہوتی ہے(واللہ اعلم) وہ یہ ہے کہ حسب ذیل وجوہات کی بنا پر زیورات میں زکاۃ واجب ہے:

۱۔ مجموعی طور پر وجوب کے دلائل عدم وجوب کے دلائل سے واضح، قوی اور ٹھوس ہیں۔

۲۔ وجوب کے سلسلہ میں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے عمومی دلائل موجود ہیں، جن کا کوئی قابل اعتبار مخصص نہیں ہے،

جبکہ عدم وجوب کے سلسلہ میں کتاب اللہ کی کوئی عمومی نص یا عام صحیح مرفوع حدیث بھی موجود نہیں ہے۔

(دیکھئے: الموسوعۃ الفقھیۃ المیسرۃ فی فقہ الکتاب والسنۃ المطھرۃ: 3/ 39، والفقہ المیسر فی ضوء الکتاب والسنۃ: 1/ 129)۔

۳۔ وجوب کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک سے زائد مرفوع صحیح اور حسن احادیث موجود ہیں، جبکہ عدم وجوب کے سلسلہ میں کوئی مرفوع حدیث سوائے جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے موجود نہیں ہے، اور اُسے محققین نے باطل وبے اصل قرار دیا ہے۔

۴۔ عدم وجوب کے سلسلہ میں صحابہ وتابعین کے جو آثار موجود ہیں، وجوب کے دلائل کے بالمقابل اُن کی معقول توجیہ وتعلیل کی جانی ممکن ہے، برخلاف عدم وجوب کے دلائل کے بالمقابل وجوب کے دلائل کی۔

۵۔ عدم وجوب کے سلسلہ میں وارد آثار صحابہ وتابعین اور تعلیلات، وجوب کے دلائل پر اثر انداز نہیں ہوسکتے۔ چنانچہ علامہ امیر صنعانی رحمہ اللہ عدم وجوب کے سلسلہ میں وارد آثار کے بارے میں فرماتے ہیں:

”... وَلَكِنْ بَعْدَ صِحَّةِ الْحَدِيثِ لَا أَثَرَ لِلْآثَارِ“۔ (سبل السلام، للامیر الصنعانی: 1/ 533)۔

لیکن حدیث صحیح ہونے کے بعد ان آثار کا کوئی اثر نہیں۔

۶۔ وجوب پر عمل کرنا شرعاً زیادہ قرین احتیاط واطمینان ہے، نیز اس میں مومن کے لئے اپنی ذمہ داری سے بری الذمہ ہونے کا پہلو موجود ہے، واللہ اعلم۔

(بقیہ صفحہ نمبر: ۶ کا)

5- پانچویں نمبر پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلایا ہے کہ جو روزہ دار شخص روزہ کے حقوق کی پاسداری کرتے ہوئے اس کے واجبات ومستحبات کو انجام دیتا ہے تو ایسے روزہ دار کو دو عظیم خوشیاں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک خوشی اسے دنیا میں اس وقت ملتی ہے جب وہ افطار کرتا ہے اور اس کی بھوک، پیاس زائل ہوجاتی ہے، اور یہ ایک فطری خوشی ہے جو ہر انسان کے اندر پائی جاتی ہے۔

دوسری خوشی ایک روزہ دار کو اس وقت لاحق ہوگی جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرکے اپنے روزہ کا جزاء وبدلہ پائے گا، یا اسے وہ خوشی اپنے روزہ کے قبول کئے جانے اور اس پر وافر مقدار میں ثواب مرتب ہونے پر ہوگی۔

6- اس حدیث سے اور بھی مفید فوائد حاصل ہوتے ہیں مثلاً:

- اس حدیث میں روزہ دار کو منکرات ومحرمات کے ترک کرنے پر ابھارا گیا ہے۔
- اس حدیث سے اللہ کے لئے صفت ید ثابت ہوتی ہے جیسا کہ اس کی ذات کے لائق ہے۔
- اس حدیث سے اللہ کے لئے صفت کلام بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ جب چاہتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بات کرتا ہے۔ اس کا کلام صرف قرآن کے ساتھ خاص نہیں ہے۔
- اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تمام عبادتیں ثواب کے اعتبار سے مختلف ہیں۔
- کلام کے اندر تاکید پیدا کرنے کے لئے اللہ کی قسم کھانی جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں روزے کی اہمیت وفضیلت کو سمجھنے اور اس کے ثواب وبرکات کو حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

فقہ الزکاۃ

صدقۃ الفطر احکام ومسائل

شیخ نثار احمد مدنی (شیخ الجامعہ جامعۃ التوحید، بھیونڈی)

انسان خطا ونسیان کا پتلا ہے، جہالت، سستی، شیطانی وسوسوں اور بشری تقاضوں کی بنیاد پر اس سے لغزشوں کا صدور ہونا ایک لازمی شی ہے چنانچہ اللہ رب العزت جو اپنے بندوں پر حد درجہ مہربان ہے وہ ان کی لغزشوں اور کوتاہیوں سے پاک کرنے کے لئے توبہ واستغفار کا تاکیدی حکم صادر کرتا ہے، نفلی صوم وصلاۃ اور زکاۃ وحج کو فرائض اسلام کا جزء لاینفک قرار دیتا ہے تاکہ بندے رب کی گرفت سے بچ سکیں اور کوتاہیوں کی تلافی کا جتن ممکن ہو سکے علاوہ ازیں ہر بندہ مسلم کے تزکیہ وتطہیر نیز فقراء ومساکین کی غمخواری وغمگساری کا بہترین وقابل رشک نظام" صدقۃ الفطر" کی پاسداری کو نافذ العمل قرار دیا ہے، ذیل کے سطور میں افادہ عامہ کی خاطر کتاب وسنت کی روشنی میں صدقہ فطر کے احکام ومسائل حوالہ قرطاس کئے جارہے ہیں۔

صدقہ فطر کا معنی ومفہوم: فرمان باری تعالی: ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ﴾ [الاعلی: ۱۴] یعنی" جس نے اپنے آپ کو پاک کیا وہ کامیاب ہوگیا" کی تفسیر میں امام سعید بن المسیب اور خلیفۂ راشد عمر بن عبد العزیز رحمہما اللہ فرماتے ہیں: کہ اس سے مراد زکاۃ الفطر ہے اور اس کی نسبت فطر کی طرف محض اس لئے ہے کہ چونکہ رمضان سے فراغت کے فورا بعد یہ واجب ہوجاتی ہے (المغنی لابن قدامہ 4/282) اور ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ فطرت سے ہے جس کے معنی خلقت کے ہیں جس پر انسان کی پیدائش ہوئی ہے اور اس سے مقصود نفس اور بدن کا صدقہ ہے۔ (1/184) حافظ ابن حجر نے پہلے مفہوم کو راجح قرار دیا ہے۔ (فتح الباری 3/463)۔

شیخ الحدیث عبید اللہ مبارکپوری صدقۃ الفطر کا اصطلاحی مفہوم بیان کرتے ہیں:" یہ وہ خوردنی شے ہے جسے ہر مسلمان صلاۃ عید سے قبل ماہ رمضان کے اختتام پر اپنے صیام کو لغزشوں سے پاک کرنے اور مسکینوں کو کھلانے کیلئے ایک متعین مقدار میں نکالتا ہے۔" (مرعاۃ المفاتیح 6/185)۔

صدقہ فطر کا حکم: صدقہ فطر ہر مسلمان مرد وعورت، پیر وجواں، بزرگ وبچہ، آزاد وغلام پر فرض ہے۔ جیسا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: **"فرض رسول الله ﷺ زكاة الفطر صاعا من تمر أو صاعا من شعير على العبد، والحر، والذكر، والأنثى، والصغير، والكبير من المسلمين، وأمر بها أن تؤدى قبل خروج الناس إلى الصلاة".** (صحیح البخاری: 1503) " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فطر کی زکوۃ (صدقہ فطر) ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو فرض قرار دی تھی۔ غلام' آزاد' مرد' عورت' چھوٹے اور بڑے تمام مسلمانوں پر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہ تھا کہ نماز

(عید) کے لیے جانے سے پہلے یہ صدقہ ادا کر دیا جائے"۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق تمام علماء کا صدقہ فطر کی فرضیت پر اجماع ہے (الاجماع ص109)۔

اس میں صاحب نصاب ہونا ضروری نہیں ہے البتہ امام نووی نے نصوص شریعت کی روشنی میں اس کے وجوب کی تین شرائط ذکر کی ہیں 1۔اسلام 2۔آزادی 3۔استطاعت وگنجائش (المجموع 6/49،) البتہ غلام کا صدقہ اس کے مالک کے ذمہ ہے۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ اگر گھر کا سرپرست تمام اہل خانہ کی جانب سے ان کی رضامندی ورغبت سے ادا کرتا ہے تو کفایت کرے گا گو ان میں کا کوئی فرد از خود ادا کر سکتا ہو، چنانچہ مشہور صحابی رسول عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنے اہل خانہ حتی کہ اپنے غلام نافع اور اپنی اولاد کی طرف سے صدقہ فطر نکالتے تھے۔(صحیح بخاری:1511)

صدقہ فطر کی حکمت: ایک مسلمان پر شریعت مطہرہ پر عمل پیرا ہونے کے لئے حکمتوں کی معرفت ضروری نہیں ہے البتہ ان کی آگاہی سے عمل میں شوق وذوق کے جذبات پروان چڑھتے ہیں، ذیل میں اس کی چند حکمتیں پیش خدمت ہیں:

(1) اللہ اور اسکے رسول کے حکم کی تعمیل (2) لغو اور بیہودہ باتوں سے صائم کی پاکی (3) عین عید کے دن فقراء ومساکین کے ساتھ احسان اور ان کی دلجوئی وغمخواری، اس سلسلہ میں فرمان نبوی ہے:"**فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكاة الفطر طهرة للصائم من اللغو والرفث وطعمة للمساكين**"(صحیح سنن أبی داود:1609)

"صدقۃ الفطر لغو وبیہودہ باتوں سے صائم کی پاکی اور مساکین کی خوراک کا ذریعہ ہے"۔

شیخ عبدالرحمن السعدی نے اس کی دو مزید حکمتیں ذکر کی ہیں آپ فرماتے ہیں:

(4) صدقہ فطر انسان کے جسم وبدن کی زکوۃ ہے، چونکہ سال بھر اللہ نے اسے زندہ اور باقی رکھا اب تکمیل پر ایک ماہ کے صوم رکھے اور اس کے بعد صدقہ فطر کی شکل میں اس کی زکوۃ نکالی جاے۔

(5) اللہ نے صائمین کو صوم کی نعمت سے سرفراز کیا ہے جس پر شکرانے کے طور پر صدقہ فطر ادا کیا جاتا ہے۔(الارشاد إلی معرفۃ الاحکام ص8182)۔

صدقۃ الفطر کن اجناس سے ادا کیا جائے گا: عہد نبوی، عہد صحابہ اور عہد تابعین میں لوگ خوردنی اشیاء جنہیں وہ عام طور پر بطور خوراک استعمال کرتے تھے، سے صدقہ فطر نکالتے تھے چنانچہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "**كنا نخرج زكاة الفطر صاعا من طعام، أو صاعا من شعير، أو صاعا من تمر، أو صاعا من أقط، أو صاعا من زبيب**".(صحیح بخاری:1506)

"ہم صدقہ فطر ایک صاع اناج یا گیہوں یا ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع زبیب (خشک انگور یا انجیر) نکالا کرتے تھے"۔

اور اسی حدیث کے بعض الفاظ میں ہے۔"**وكان طعامنا يومئذ الشعير والتمر والزبيب والأقط**"(صحیح بخاری:1510) یعنی "ان دنوں ہماری خوراک جو، کھجور، کشمش اور پنیر ہوا کرتی تھی"۔

اسی طرح عبداللہ بن عباس کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"**أدوا صاعا من طعام**".یعنی" خوردنی

اشیاء میں سے ایک صاع صدقہ فطر ادا کرو" (سنن بیہقی: 4/167 وحسنہ الالبانی فی الصحیحۃ: 179)۔

یہ وہ اصناف خمسہ ہیں جنہیں عہد رسالت میں بطور خوراک استعمال کیا جاتا تھا ان میں بعض یا تو غلہ (دانہ) کی قبیل سے تھے جیسے گیہوں، جو یا بعض پھل تھے جیسے کھجور، کشمش۔ یہی اس وقت اہل مدینہ کی عام خوراک تھی جسے وہ براہ راست تناول کرتے تھے چونکہ یہ سب بغیر چھلکے کے ہوتے تھے یہی وجہ ہے کہ انہیں طعام کہا گیا ہے۔

اب اگر کسی جگہ کی عام خوراک چاول، باجرا اور مکئ وغیرہ ہے تو ان کے لئے جو یا گندم ہی پر اکتفا کرنا لازم ہوگا اور چاول، باجرا اور مکئ کافی نہ ہوگا؟۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ: اس سلسلہ میں امام احمد کے دو قول ہیں: ایک تو حدیث میں وارد اشیاء پر اکتفا کرنے کا ہے اور دوسرا قول جو اکثر علماء کا مذہب ہے جیسے امام شافعی وغیرہ اور یہی سب سے صحیح رائے ہے کہ جو جس کی خوراک ہو وہ اسی سے نکالے کیونکہ صدقات کی فرضیت کے سلسلے میں اصل یہ ہے کہ وہ فقراء کے لیے یکساں برابر ہو نیز حدیث میں جن اصناف کا تذکرہ ہے وہی اہل مدینہ کی خوراک تھی اور صدقہ فطر کفارات کے قبیل سے ہے کیونکہ وہ بدنی صدقہ ہے برخلاف مالی صدقات کے جن کا تعلق مال سے ہے۔ اور آٹے کے سلسلے میں امام شافعی کے علاوہ امام ابوحنیفہ کی رائے جواز کی ہے۔ البتہ اسے وزن کے حساب سے نکالے گا کیونکہ آٹے کے مابین (ہلکے پن کی وجہ سے) خالی جگہ ہوتی ہے۔ (مجموع فتاوی ابن تیمیۃ -25/ 69,68)۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا دھان جو چھلکے کے ساتھ ہوتا ہے اسے صدقہ فطر میں دے سکتے ہیں؟ اس سلسلہ میں شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: دھان بھوسی کے بغیر یعنی (چاول) میں ادا کیا جانا چاہیے لیکن بصورت مجبوری اگر بھوسی سمیت نکالنا پڑ جائے تو اتنی مقدار میں نکالا جائے کہ صفائی کے بعد ڈھائی کلو ہو سکے۔ (مجموع فتاوی ومقالات متنوعہ 14/ 206)

صدقہ فطر کی مقدار: مذکورہ بالا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ میں صدقہ فطر کی مقدار ایک صاع قرار دی گئ ہے جو صاع حجازی ہے جس کا وزن آج کل موجودہ میزان سے ڈھائی کلوگرام ہے جو اصناف خمسہ یا اس کے قائم مقام آٹا، جو وغیرہ اشیاء میں بھی ہے، البتہ متعدد صحابہ کرام اور تابعین عظام مثلاً عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، ابوہریرہ، جابر، ابن عباس، ابن الزبیر اور اسماء بنت ابی بکر الصدیق۔ رضی اللہ عنہم۔ سے بسند صحیح یہ ثابت ہے کہ وہ گیہوں میں نصف صاع یعنی سوا کلو کے قائل تھے۔ (انظر فتح الباری 3/ 471، مرعاۃ المفاتیح 6/ 197)

اور تابعین عظام میں عروہ بن زبیر، سعید بن جبیر، ابوسلمہ، مصعب بن سعد، سعید بن المسیب، عطاء، طاؤس، مجاہد بن جبیر اور عمر بن عبدالعزیز -رحمہم اللہ- بھی اسی کے قائل رہے ہیں (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی 3/ 303) اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (الاختیارات الفقہیۃ ص1)

شیخ الحدیث عبیداللہ مبارکپوری لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک گیہوں میں سے ایک صاع ادا کرنے میں زیادہ احتیاط ہے اگر کوئی شخص اس سلسلے میں مروی ضعیف احادیث اور آثار صحابہ کے پیش نظر آدھا صاع بھی ادا کرے تو ان شاء اللہ کافی ہوگا یہی رائے شوکانی اور عطاء اللہ بھوجیانی کی بھی ہے۔ (انظر، مرعاۃ المفاتیح 6/ 199، نیل الاوطار 3/ 148,147 والتعلیقات السلفیۃ 3/ 204)

لہٰذا اگر کوئی شخص پریشانی، تنگدستی یا وسعت کے باوجود نصف صاع نکالتا ہے تو اس پر نکیر نہیں کی جائے گی البتہ وسعت کی صورت میں احتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح صریح مرفوع روایات سے ثابت ایک صاع ہی پر عمل پیرا ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

صدقہ فطر میں قیمت کی ادائیگی کا حکم: بلا عذر شرعی صدقہ فطر میں قیمت ادا کرنا جائز نہیں ہے، ہاں اگر کوئی ایسی جگہ ہو جہاں طعام کی قلت ہو یا کسی ضروری مصروفیت میں اس قدر منہمک ہو کہ چاندرات غلہ کا بندوبست نہ کرسکا اور صبح تلاش بسیار کے بعد بھی غلہ کی فراہمی نہیں ہوسکی یا غلہ تو تھا لیکن تمام تر کوشش اور تلاش کے باوجود غلہ لینے والے نہ مل سکے اور صلاۃ عید کا وقت ہوگیا لہٰذا بدرجہ مجبوری ادا کرسکتا ہے کیونکہ مذکورہ احادیث میں صدقہ فطر کے لئے پانچ خوردنی اشیاء کے اجناس ہی کا تذکرہ ہے حالانکہ اس عہد سعید میں درہم و دینار کا رواج تھا جس کے احتیاج وضرورت میں وہ ہماری طرح یکساں تھے پھر بھی آپ نے سرے سے ان کا تذکرہ نہیں فرمایا اگر ان میں سے کوئی کفایت کرتے تو آپ ضرور اس کا تذکرہ فرماتے کیونکہ قاعدہ ہے **"لایجوز تاخیر البیان عن وقت الحاجة"** یعنی بیان ووضاحت کو ضرورت وحاجت سے مؤخر کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر بیان ہوا ہوتا تو صحابہ کرام جو سنت کے سب سے زیادہ حریص تھے ضرور اس پر عمل پیرا ہوتے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: صدقہ فطر کی حیثیت کفارہ یمین، کفارہ ظہار، کفارہ قتل، رمضان میں کفارہ جماع اور کفارہ حج کی ہے، کیونکہ اس کے واجب ہونے کا سبب بدن ہے نہ کہ مال... اس لئے اللہ نے جس طرح طعام کی شکل میں کفارہ کو ضروری قرار دیا ہے اسی طرح صدقہ فطر کو بھی واجب کہا ہے۔ (مجموع الفتاوی 13/46)۔

شیخ صالح فوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں: صدقہ فطر کی ادائیگی کرنا ایک عبادت ہے جس کی شکل وصورت اور حدود شریعت نے مقرر کردئے ہیں۔ اس کے نکالنے کا وقت، اس کی جگہ، اس کی مقدار، اس کے حقدار اور اس کی نوعیت ساری چیزیں متعین ہیں، لہٰذا صدقہ فطر ادا کرتے وقت ان شرعی امور کا لحاظ کرنا ضروری ہے، ورنہ یہ عبادت درست ہوگی اور نہ ہی عہدہ برآ کرنے والی ہوگی۔ (المنتقی من فتاوی الشیخ صالح بن فوزان 3/116,113)

انہی اسباب ووجوہ کے پیش نظر ائمہ ثلاثہ مالک، شافعی، احمد اور اکثر علماء وفقہاء نے قیمت کی ادائیگی کو ناجائز کہا ہے البتہ امام ابوحنیفہ اور دیگر کچھ علماء نے اس کے جواز کی بات کہی ہے۔ (المجموع للنووی 6/123، المغنی لابن قدامہ 4/55,53، بدائع الصنائع للکاسانی 2/205)

صدقہ فطر نکالنے کا وقت: صدقہ فطر نکالنے کے دو اوقات ہیں ایک واجبی وقت ہے جسے فضیلت اور دوسرا جائز وقت ہے ذیل میں دونوں اوقات مع دلائل پیش کئے جارہے ہیں:

وقت فضیلت: عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: **"أن رسول الله أمر بإخراج زكاة الفطر أن تؤدى قبل خروج الناس إلى الصلاة"** (صحیح بخاری: 503 وصحیح مسلم: 2288) یعنی" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۃ الفطر نکالنے کا حکم دیا اور یہ کہ لوگوں کے صلاۃ عید کے لئے نکلنے سے پہلے ادا کیا جائے"۔

اور ابن عباس کی روایت کے الفاظ ہیں: **"فمن أداها قبل الصلاة فهی زكاة مقبولة ومن أداها بعد الصلاة فهی صدقة من الصدقات"**۔ (سنن أبی داود:

1609 وحسنہ الالبانی فی الارواء:843)

امام ابن القیم فرماتے ہیں: دونوں حدیثوں کا تقاضا ہے کہ صدقہ فطر کو صلاۃ سے مؤخر کرنا جائز نہیں ہے اور صلاۃ سے فراغت کے بعد اس کا وقت رخصت ہوجاتا ہے یہی صحیح ہے، اس لئے کہ کوئی حدیث ان دونوں حدیثوں کی معارض ہے، نہ ناسخ اور نہ ہی کوئی اجماع ہے جو ان دونوں حدیثوں کو رد کرتا ہے۔ ہمارے شیخ (ابن تیمیہ) اسی مذہب کو قوی بتاتے رہے اور اس کی تائید فرماتے تھے۔ (زادالمعاد 2/ 22,21)

صدقہ فطر کا جائز وقت: صلاۃ عید سے ایک یا دو اور زیادہ سے زیادہ تین روز قبل فقراء ومساکین کو صدقہ فطر دینا جائز ہے جس کی تائید درج ذیل احادیث وآثار سے ہوتی ہیں:

1: **"عن نافع قال: كان ابن عمر يعطيها للذين يقبلونها وكانوا يعطون قبل الفطر بيوم أو يومين".**

یعنی: ابن عمر صدقہ لینے والوں کو دیتے تھے اور انہیں عید سے ایک یا دو روز قبل دے دیتے تھے۔

2: اور موطا امام مالک میں ہے: **"أنه كان يبعث بزكاة الفطر إلى الذي يجمع عنده قبل الفطر بيومين أو ثلاثة"** (1/ 296 رقم: 759 طبعۃ الرسالۃ)

یعنی: "ابن عمر جس کے پاس صدقہ جمع ہوتا تھا عید الفطر سے دو یا تین دن قبل بھیج دیا کرتے تھے۔"

انہی روایات کی بنیاد پر دو یا تین دن قبل صدقہ فطر کے نکالنے پر سعودی عرب کے کبار علماء بشمول شیخ ابن باز نے فتوی صادر کیا ہے۔ (فتاوی لجنہ دائمہ 9/ 369)

صدقہ فطر کے مستحقین: اس کے مستحقین درحقیقت احادیث میں وارد لفظ **"طعمة للمساكين"** کے تحت تمام آٹھوں اصناف زکاۃ میں صرف فقراء ومساکین اور حاجت مند کے لیے مختص ہوجاتا ہے مزید برآں عام زکاۃ اور صدقہ فطر کی نوعیت میں کافی فرق بھی جس کی وجہ سے اسے عمومی زکاۃ کے دیگر مدوں میں صرف کرنا درست نہ ہوگا مثلاً زکاۃ الفطر کا تعلق ابدان سے ہے، اس کے لئے صاحب نصاب اور حولان حول کی قید نہیں ہے، مقدار اور دیگر اعتبارات سے نمایاں فرق ہے۔

یہاں یہ وضاحت فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ مدارس میں زیر تعلیم صرف غریب ونادار طلبہ تک عید سے قبل پہنچانے کا بندوبست کیا جائے تب ان کے حق میں روا ہوگا ورنہ جمع کرکے غریب وامیر تمام طلبہ کے لئے آئندہ کے لیے اسٹور کیا جائے اور اس سے اساتذہ واسٹاف کے مشاہرے جو کہ ایک طرح سے انکا حق محنت ومعاوضہ ہے اس سے دینا درست نہ ہوگا کیونکہ یہ صرف غرباء ومساکین کا عید کے موقع پر بلا معاوضہ دیا جانے والا ان کا حق ہے۔

اسی طرح اگر شہر سے دور کچھ لوگ ہیں جو صدقہ فطر کے مستحق ہیں اور مقامی لوگوں کو دینے والے وافر مقدار میں ہیں تو کیا ان کے مابین تقسیم کیا جاسکتا ہے؟ اس سلسلے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: اگر لوگ محتاج ہیں اور زکاۃ کے مستحق ہیں اور کسی جہت سے بقدر کفاف رزق کا بندوبست نہیں ہو پارہا ہے تو اگرچہ کسی دور دراز علاقہ میں آباد ہوں انہیں صدقہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ (مجموع الفتاوی 25/ 85)

اللہ ہمیں دین کی صحیح معرفت عطا فرمائے اور مادی وپرفتن دور میں صراط مستقیم پر گامزن رکھے آمین یارب العالمین۔

فقہ وفتاویٰ

چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء اور فدیہ کے احکام

شیخ عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی

سوال: کن کن لوگوں کے لئے روزہ چھوڑنا شرعی اعتبار سے درست ہے؟ اور انکے لئے قضا یا فدیہ کے کیا احکام ہیں؟ اور کیا حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں بھی روزہ چھوڑ سکتی ہے؟ کتاب وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

الجواب بعون الوھاب:

اللہ تعالی نے اہل اسلام پر رمضان کے روزے فرض قرار دیئے ہیں، جان بوجھ کر روزہ نہ رکھنے پر بہت بڑا گناہ ہے، البتہ جو لوگ معذور ہیں انکے لئے روزہ چھوڑنے کی گنجائش ہے بشرطیکہ بعد میں اسکی قضاء کریں یا اگر قضاء نہیں کر سکتے تو فدیہ دیں۔ اہل علم کا کہنا ہے کہ بنیادی طور پر روزہ چھوڑنے والے تین قسم کے لوگ ہو سکتے ہیں:

1: وہ لوگ جو روزہ چھوڑ سکتے ہیں مگر بعد میں اسکی قضاء ضروری ہے۔

2: وہ لوگ جو روزہ چھوڑ سکتے ہیں مگر ان پر قضاء نہیں بلکہ صرف فدیہ ہے۔

3: وہ لوگ جو روزہ چھوڑ سکتے ہیں مگر انکے لئے اختیار ہے یا تو قضا کریں گے یا فدیہ دیں گے۔

اسکی تفصیل پیش خدمت ہے۔

۞ پہلی قسم (یعنی وہ لوگ جو روزہ چھوڑ سکتے ہیں مگر بعد میں قضاء ضروری ہے۔) میں چار طرح کے لوگ شامل ہیں:

1۔ مسافر۔

2۔ عارضی مریض (جسکے آئندہ ٹھیک ہونے کی امید ہے)

جیسا کہ فرمان باری ہے: ﴿وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ [البقرۃ:185]

”جو بیمار ہو یا کسی سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرنا ہے“۔

3۔ حیض والی عورتیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نماز اور روزے نہیں چھوڑ دیتی؟ یہی اس کے دین کا نقصان ہے۔ (صحیح بخاری: رقم 1951)

4۔ نفاس والی عورتیں، (یعنی جن کو بچہ پیدا ہوا ہو) جیسا کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں، کہ نفاس والی عورتیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چالیس دن نماز اور روزے سے رکی رہتی تھیں۔ (سنن ابن ماجہ: رقم 648)

۞ دوسری قسم (یعنی وہ لوگ جن پر صرف فدیہ ہے) میں وہ لوگ شامل ہیں جو دائمی قسم کے مریض ہیں یعنی جنکے آئندہ شفایابی کی امید نہیں ہے یا بوڑھے کمزور مرد اور عورتیں جو روزہ نہ رکھ سکیں، تو ایسے لوگ ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں گے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ﴾ [البقرة:184]

"پھر تم میں سے جو بیمار ہو، یا کسی سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرنا ہے اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے"۔

آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ: اس سے مراد بہت بوڑھا مرد یا بہت بوڑھی عورت ہے جو روزے کی طاقت نہ رکھتی ہو، انہیں چاہیئے کہ ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔(صحیح بخاری: رقم 4505)

۞ تیسری قسم (یعنی جنکے روزہ چھوڑنے پر یا تو قضاء ہے یا فدیہ) وہ خواتین ہیں جو حاملہ یعنی حالت حمل میں ہیں یا مرضعہ بچے کو دودھ پلانے والی ہیں۔

چنانچہ یہ اگر روزہ رکھنے میں تکلیف محسوس کریں تو روزہ چھوڑ سکتی ہیں، انکو اختیار ہے یا تو قضاء دیں گی یا تو فدیہ، اس سلسلے میں اہل علم کا اختلاف ہے مگر فدیہ کا قول زیادہ راجح ہے۔ اختلاف کی تفصیل درج ذیل ہے:

* بعض اہل علم کہتے ہیں کہ یہ بعد میں روزے کی قضاء کریں گی، انکی دلیل درج ذیل ہے: حدیث میں ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے مسافر سے آدھی نماز معاف کر دی ہے، اور مسافر، حاملہ اور مرضعہ (دودھ پلانے والی) سے روزہ معاف کر دیا ہے۔(سنن ابن ماجہ: رقم 1667)

گویا ان پر روزوں کی قضاء ضروری ہے۔

* جبکہ بعض علماء کی رائے ہے کہ ان پر قضاء نہیں بلکہ صرف فدیہ ہے۔ انکے دلائل حسب ذیل ہیں:

* حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسی حاملہ عورت کے بارے میں پوچھا گیا جسے اپنے بچے کے نقصان کا خطرہ ہو، آپ نے فرمایا، وہ روزہ چھوڑ دے، اس کے بدلے میں ایک مسکین کو ایک "مد" (تقریباً نصف کلوگرام) گندم دے دے۔ (السنن الکبریٰ للبیھقی: ج4/ص230 بسند صحیح)

* دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے ایک حاملہ عورت کے سوال کے جواب میں فرمایا:

أفطري، أطعمي عن كل يوم مسكيناً ولا تقضي.

تو روزہ چھوڑ دے اور ہر دن کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دے، اور اسکی قضا نہ کر۔(سنن الدارقطنی: ج1/ص207 ح: 2363۔ بسند صحیح)۔

* اسی طرح نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر

رضی اللہ عنہما کی ایک بیٹی ایک قریشی کے نکاح میں تھی، وہ حاملہ تھی، رمضان میں اس نے پیاس محسوس کی تو آپ نے اس کو حکم دیا کہ روزہ چھوڑ دے۔

ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔

(سنن الدارقطنی: ج1 /ص207 ح:2364، بسند صحیح)

*مشہور تابعی سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

(مصنف عبدالرزاق:4ج/ص216 رقم7555، بسند صحیح)

*معروف محدث علامہ ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے، اسکی دلیل حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت ہے جو سنداً صحیح ہے۔

عن ابن عباس قال: "إذا خافت الحامل على نفسها , والمرضع على ولدها في رمضان قال: يفطران , ويطعمان مكان كل يوم مسكينا , ولا يقضيان صوما"۔

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حاملہ عورت کو اگر اپنے بارے میں اندیشہ ہو اور دودھ پلانے والی کو اپنے بچے کے متعلق تکلیف کا خطرہ ہو تو یہ دونوں روزہ ترک کر دیں، اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں، اور یہ دونوں ان روزوں کی قضاء نہیں کریں گی۔

اسے امام محمد بن جریر الطبری نے (الطبری-2758) روایت کیا اور اس کی اسناد صحیح مسلم کی شرط پر صحیح ہے (إرواء الغلیل، ج4 /صفحہ 19)

*اسی طرح کی ایک اور روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنن الدارقطنی میں بھی مروی ہے: **عن سعيد بن جبير، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ "أَنَّهُ كَانَتْ لَهُ أَمَةٌ تُرْضِعُ فَأُجْهِضَتْ , فَأَمَرَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ أَنْ تُفْطِرَ يَعْنِي: وَتُطْعِمَ وَلَا تَقْضِيَ". هَذَا صَحِيحٌ۔**

"یعنی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک لونڈی بچے کو دودھ پلانے والی تھی، تو آپ نے اسے حکم دیا کہ (ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین) کو کھانا کھلا دیا کرے اور قضاء نہیں کرے گی"۔

امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ (سنن الدارقطنی، ج2 /ص435)

مذکورہ دلائل قویہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے صحیح اقوال سے یہ بات ثابت ہوتی ہے

کہ حاملہ اور مرضعہ یعنی دودھ پلانے والی عورتوں پر چھوٹے ہوئے روزوں پر قضاء نہیں بلکہ صرف فدیہ ہے۔

یعنی وہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں گی۔

خلاصہ کلام یہ کہ مسافر، عارضی مریض اور حیض و نفاس والی عورتوں پر چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء ضروری ہے۔ البتہ دائمی مریض، بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں اور اسی طرح راجح قول کے مطابق حاملہ و مرضعہ عورتیں پر قضاء نہیں بلکہ صرف فدیہ ہے۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

آئینۂ جمعیت و جماعت

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

نصیر رحمانی

تربیتی اجتماع (دورہ تدریبیہ) اور جھولا میدان ممبئی کے ''عظمت توحید کانفرنس'' جیسے سالانہ پروگراموں کے علاوہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے دعاۃ شہر ممبئی، تھانہ اور اضلاع کوکن کے مختلف اجتماعات اور مساجد میں دروس اور خطبہ جمعہ کے لیے جاتے رہتے ہیں۔ باہر سے آنے والے معروف علماء بھی جمعہ کے خطبات کے لئے موقع بہ موقع وقت دیتے ہیں۔

بروقت ممبئی کی تین مساجد میں شیخ عنایت اللہ مدنی صاحب کے ہفتہ واری نیز پندرہ روزہ دروس ہورہے ہیں الحمد للہ۔ (۱) مسجد حسن کوسہ ممبرا میں شیخ عنایت اللہ مدنی کی ترجمہ کردہ کتاب ''جدید مناہج کی حقیقت'' کا ہفتہ واری درس جس کے ۱۷ سلسلے تاحال مکمل ہوچکے ہیں۔ (۲) ممبئی ہلائی گھانچی مسلم جماعت خانہ پائیدھونی میں علامہ محمد ناصر الدین البانیؒ کی مترجم کتاب ''منہج سلف کی حقیقت'' کا پندرہ روزہ درس جو ابھی جلد ہی شروع ہوا اور جس کے تین سلسلے آچکے ہیں۔ یاد رہے کہ اس جماعت خانہ میں ایک عرصہ سے شیخ سرفراز فیضی کا بعد نماز عشاء ہفتہ واری درس چل رہا ہے۔ (۳) مسجد اہل حدیث مومن پورہ بائیکلہ ممبئی میں شیخ عنایت اللہ مدنی صاحب کی عربی سے ترجمہ کردہ ایک اور کتاب ''عقیدہ وسنت سے متعلق سلف صالحین کے اقوال'' کا درس جس کے اب تک تین سلسلے ہوچکے ہیں الحمد للہ۔

شیخ عنایت اللہ مدنی کے یہ تینوں پروگرام صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے یوٹیوب چینل سے لائیو نشر ہوتے ہیں اور پھر ریکارڈ کیے ہوئے ویڈیو کو ایڈیٹ کرکے بھی چینل پر اپلوڈ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح لائیو اور ایڈیٹ شدہ ویڈیو کی لنک جمعیت کے تمام سوشل میڈیا ہینڈل کے ذریعے شیئر بھی کیا جاتا ہے جن میں واٹس ایپ کے پچیس گروپ، فیس بک اکاؤنٹ اور پیج، ٹیلی گرام، ٹویٹر اور انسٹاگرام شامل ہیں۔

وقتاً فوقتاً ممبئی کی مختلف مساجد میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے زیر اہتمام عوام وخواص کی دینی تعلیم وتربیت کے لیے اجتماعات منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ بالخصوص شہر ممبئی میں جب معروف اہل علم کی آمد ہوتی ہے۔ ابھی جنوری ۲۰۲۳ء میں شارجہ سے فضیلۃ الشیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ کی ممبئی آمد پر ممبئی کی چار مختلف مساجد میں ان کے اصلاحی وتربیتی خطاب کا اہتمام کیا گیا تھا، ۹؍جنوری بروز پیر کو مسجد دار السلام کوسہ ممبرا میں، ۱۰؍جنوری بروز منگل کو التوحید مسجد اہل حدیث کھار گھر نئی ممبئی میں، ۱۱؍جنوری بروز بدھ کو مسجد اہل حدیث گھاس بازار کورٹ باہر کلیان ویسٹ میں اور ۱۲؍جنوری کو مسجد رحمانیہ آزاد نگر بھائندر ایسٹ میں ان کے خطابات بعد نماز مغرب ہوئے تھے جنھیں یوٹیوب سے لائیو نشر کیا گیا تھا اور پھر ان کے ایڈیٹ شدہ ویڈیو بھی چینل پر اپلوڈ کیے گئے تھے۔

شیخ ظفر الحسن مدنی صاحب نے مندرجہ بالا چاروں مساجد

میں بالترتیب جن موضوعات پر خطاب کیے وہ ہیں: (۱) اللہ کے نزدیک پانچ قسم کے ناپسندیدہ لوگ (۲) صبر کی اہمیت وضرورت (۳) اولیاء الرحمن اور اولیاء الشیطان (۴) خیر امت اور ان کی ذمہ داریاں۔ان اجتماعات سے ہزاروں لوگوں نے براہ راست استفادہ کیا۔فللہ الحمد

کچھ اجتماعات ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا اہتمام صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے زیر سرپرستی اراکین مساجد کرتے ہیں۔۲۷رفروری ۲۰۲۳ءکو بروز پیر بعد نماز مغرب تا عشاء ایک اصلاحی وتربیتی اجتماع کا انعقاد مسجد توحید دوستی شیل ممبرا میں ہوا تھا جس میں الغاط (سعودی عرب) سے تشریف لانے والے مہمان عالم دین فضیلۃ الشیخ مقصود الحسن فیضی حفظہ اللہ (موضوع: استقامت: وسائل وفوائد) اور مہاراشٹر کے شہر پونے سے تعلق رکھنے والے مشہور داعی شیخ ابوزید ضمیر حفظہ اللہ (موضوع: گھروں کی اصلاح میں خاتون خانہ کا رول) نے خطاب کیا تھا۔ یہ پروگرام بھی جمعیت کے یوٹیوب چینل پر لائیو نشر ہوا تھا۔ابھی بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

ان سارے پروگراموں میں پوری ذمہ داری کے ساتھ شیخ عبدالسلام سلفی (امیر جمعیت) نے اپنے بعض احباب اوراسٹاف کے ساتھ شرکت کی اور مقامی منتظمین کی حوصلہ افزائی کے ساتھ صوبائی جمعیت اہل حدیث کی طرف سے ہر ممکنہ تعاون پیش کیا۔

اللہ رب العالمین ہم سب کو اس طرح کی اصلاحی کوششوں کا حصہ بننے، دعوتی اجتماعات میں شریک ہوکر علماء کرام سے دین سیکھنے اوراس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

۞ ۞ ۞

”مجلہ الجماعة“

یہ مجلہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا آرگن اور منہج سلف کا ترجمان ہے۔ جسے گذشتہ کئی سالوں سے مسلسل شائع کیا جاتا رہا ہے۔موضوعات کے تنوع اور زبان کی سلاست، تحقیق کے عمدہ معیار کی بنیاد پر یہ پرچہ علمی وجماعتی حلقوں میں اپنی منفرد شناخت رکھتا ہے۔اس کے مدیر شیخ محمد مقیم فیضی رحمہ اللہ کی علالت ووفات اور لاک ڈاؤن کی وجہ سے ایک فترے سے یہ موقوف تھا۔ جسے صوبائی جمعیت کے ذمہ داران نے دوبارہ جاری کرنے کا پروگرام طے کیا ہے۔الحمدللہ دورۂ تدریبیہ کی مناسبت سے ماہ نومبر ۲۰۲۲ء میں اس کا ایک خوبصورت ومعیاری خصوصی شمارہ شائع کیا جاچکا ہے اور اس کے بعد جنوری وفروری ۲۰۲۳ء سے یہ مسلسل شائع ہورہا ہے۔شمارہ ھذا بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو رمضان کی مناسبت سے ماہ مارچ واپریل ۲۰۲۳ء کے شمارے کی شکل میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ جس میں رمضان المبارک کی مناسبت سے معتبر ومشاہیر علماء کرام کے گوناگوں اور متنوع مضامین اور علمی وتحقیقی مقالات شامل اشاعت ہیں ان شاء اللہ آئندہ یہ مجلہ دوماہی کی شکل میں آپ حضرات کے ہاتھوں میں پہونچتا رہے گا۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں اسے مسلسل شائع کرنے کی سعادت وتوفیق بخشے۔

عبدالحکیم مدنی-مدیر مجلہ الجماعة

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
March-April 2023

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمد للہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کر رہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔

- تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- علماء وائمہ کے لئے سالانہ دورۂ تدریبیہ
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- مجلہ الجماعہ کی اشاعت۔
- کتابوں کی مفت تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون اور آسمانی وزمینی آفات پر بھرپور مدد۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070
9892255244 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com @JamiatSubai
subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.com majallahaljamaah@gmail.com